سلسلۂ مطبوعات فلاسفیکل سوسائٹی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

حی ابن یقظان

یعنی

ابن طفیل اندلسی کی فلسفیانہ داستان حی ابن یقظان
کا اُردو ترجمہ

ظفر احمد صدیقی
شعبۂ فلسفہ و نفسیات مُسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مُسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ

قیمت ے

پیش لفظ

از جناب پروفیسر ایم عمرالدین صاحب صدر شعبۂ فلسفہ و نفسیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ابن طفیل اسپین کے مشہور فلسفی ابن رشد کا مربی اور استاد تھا۔ ابن طفیل ہی خلیفہ ابویعقوب کے دربار میں ابن رشد کی رسائی اور قدر و منزلت کا باعث ہوا تھا۔

اسپین میں مذہب کا اثر اتنا گہرا تھا کہ فلسفہ کو کبھی عام مقبولیت حاصل نہ ہوسکی۔ اسپین کے باہر بھی اکثر مسلمان فلسفیوں اور علمائے دینیات کا یہ خیال رہا ہے کہ فلسفیانہ حقائق عام لوگوں کے لئے نہیں ہیں۔ اگرچہ ابن رشد نے غزالی پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے فلسفہ کو عام کر دیا لیکن اپنی تصانیف میں غزالی بھی عملاً اسی عقیدہ کے حامی نظر آتے ہیں۔ ان کی تصانیف دو قسم کی ہیں۔ ایک عام لوگوں کے لئے اور دوسری خواص یا اہل حضرات کے لئے۔

فلسفہ کے بارہ میں یہ تعصب اسپین میں اور بھی زیادہ شدید تھا فلسفیوں کو پبلک تک رسائی حاصل نہ تھی۔ شاہی دربار یا امرا کی خاص محفلیں ہی ان کی پناہ گاہ تھیں۔ یہ بادشاہ بھی بعض اوقات عوام کو خوش کرنے کے لئے ان فلسفیوں کو اپنے عتاب کا نشانہ بنانے میں دریغ نہ کرتے۔ چنانچہ ابن رشد کا انجام اس حقیقت کا شاہد ہے۔

میں کیا جاتا ہے لیکن حی ابن یقظان کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن طفیل کا مقصد (یعنی ہستی واجب الوجود کا مشاہدہ اور اتصال) ضرور اشراقی ہے لیکن اس مقصد تک پہنچنے کا راستہ مشائین کے فلسفہ سے مستعار ہے یا ایک حد تک سائنس کے اس طریق کار پر مبنی ہے جس سے موجودہ زمانہ میں سائنس کی تحقیقات میں کام لیا جاتا ہے۔ یہ سائنسی طریق کار یا استقرائی طرز ہی ابن طفیل کی عظمت کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اسی ایک کارنامہ کی بنا پر ابن طفیل اس بات کا مستحق ہے کہ ہم اسے جدید فلسفہ و سائنس کے بانیوں اور پیشرووں میں شمار کریں۔ دنیا مدتوں تک یونانی فلسفیوں، افلاطون اور ارسطو وغیرہ کے بنائے ہوئے اصولوں کی پیروی رہی۔ قرون وسطیٰ میں کسی فلسفی کو ان اصولوں کے خلاف سوچنے کی بھی جرأت نہ ہوتی تھی۔ دورِ جدید میں پروفیسر بیکن اور ڈیکارٹ وغیرہ نے اس تقلید کے خلاف علم جہاد بلند کیا۔ لیکن حی ابن یقظان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان فلسفیوں نے بہت پہلے ارسطو کے استخراجی طرز کی کوتاہی اور نارسائی کو معلوم کر لیا تھا اور استقرائی طرز کی بنیاد رکھدی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے یہی وہ زمانہ تھا جب ان کا سیاسی زوال شروع ہو جاتا ہے اور سیاسی زوال کے ساتھ علمی اور فکری زوال بھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں سے انہوں نے علمی تحقیق و تفتیش کا دامن چھوڑا تھا وہاں سے یورپ نے اس سلسلہ کو پکڑ لیا اور اس کو آگے بڑھایا۔ چنانچہ آج پروفیسر راجر بیکن وغیرہ کو دورِ جدید کا

اس ماحول میں لامحالہ فلسفی اپنے خیالات کو استعاروں و تمثیلوں کے پردہ میں چھپا کر بیان کرنے پر مائل ہوتے تھے مسلمانوں کے فلسفیانہ لٹریچر میں اس قسم کی کوششیں کثرت سے ملتی ہیں۔ ابن سینا نے حی ابن یقظان نام ہی کا ایک رسالہ لکھا تھا جس میں ایک قصہ کے پیرایہ میں اپنے فلسفیانہ عقائد کو پیش کیا تھا۔ اسپین میں ابن طفیل سے پہلے ابن باجہ نے تدبیر المتوحد میں یہی انداز اختیار کیا تھا۔

ابن طفیل نے بھی "حی ابن یقظان" میں ایک فرضی کردار کی نشو ونما کی داستان کے سلسلہ میں اپنے فلسفہ کو پیش کیا ہے اور اس کامیابی کے ساتھ کہ دنیا کی کسی زبان میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

"حی ابن یقظان" کا مرکزی خیال یہ عقیدہ ہے کہ مذہب و فلسفہ ایک ہی سچائی تک پہنچنے کے دو راستے ہیں پیغمبر عوام کو سمجھانے کے لئے جن حقائق کو استعاروں اور تمثیلوں میں ادا کرتے ہیں ان ہی کو فلاسفہ مجرد تصورات کے ذریعہ سے ظاہر کرتے ہیں۔ چونکہ عوام ان مجرد تصورات کے سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتے اس لئے فلسفہ صرف خواص کے لئے ہے اور مذہب عام لوگوں کے لئے۔

نیز انسان کسی خارجی ہدایت، تعلیم و تربیت، روایت یا زبان وغیرہ کی مدد کے بغیر ہی اپنے عقل و تجربہ اور مشاہدہ کی رہنمائی میں اس سچائی تک پہنچ سکتا ہے جس تک پیغمبروں کا لایا ہوا مذہب پہنچاتا ہے۔

فلسفہ کی کتابوں میں عام طور سے ابن طفیل کا ذکر اشراقی فلسفہ کے سلسلہ

دیباچہ

اس کتاب میں مشہور اندلسی فلسفی ابن طفیل (۱۱۱۰ء-۱۱۸۵ء) کی فلسفیانہ داستان حی ابن یقظان کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ حی ابن یقظان ایک زمانہ میں اسلامی فلسفہ کی سب سے زیادہ ہر دلعزیز اور مقبول کتاب رہی ہے۔ یورپ کی تقریباً تمام اہم زبانوں میں اس کے ترجمے کئے گئے۔ بعض زبانوں میں کئی کئی ترجمے اور ان کے مختلف ایڈیشن شائع ہوئے۔

اُردو میں اب تک اس کتاب کا ترجمہ نہیں ہوا تھا۔ یونیورسٹی کے علم دوست وائس چانسلر جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب نے ایک دن سلسلۂ گفتگو میں اس طرف مجھے توجہ دلائی۔ ابن طفیل کے فلسفہ پر میں کچھ کام بھی کر رہا تھا۔ اس سلسلہ میں حی ابن یقظان کے انگریزی ترجموں کے بعض نقائص و ادھورے پن سے طبیعت غیر مطمئن تھی۔ چنانچہ یہ اہم کام میں نے اپنے ذمہ لے لیا۔ اور آج خدا کا شکر ہے اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔ ترجمہ کی اچھائی یا برائی کا فیصلہ تو با ذوق ناظرین ہی کریںگے لیکن اس کے متعلق چند باتوں کا عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

یہ ترجمہ براہ راست ابن طفیل کی اصل عربی کتاب سے کیا گیا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو سکا ہے لفظی ترجمہ کا لحاظ رکھا گیا ہے اور اس کی خاطر بعض جگہ اردو محاورے اور حسن بیان کو قربان بھی کر دینا پڑا ہے۔ آزاد ترجمہ نسبتاً آسان ہوتا

نقیب یا پیشرو قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر نظر تحقیق سے دیکھا جائے تو ان سب کے یہاں مسلمان فلسفیوں کی اور بالخصوص ابن طفیل کی خوشہ چینی ملتی ہے۔ اور اس دعوے کا سب سے روشن ثبوت حی ابن یقظان ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ میرے عزیز شاگرد اور رفیق کار ظفر احمد صدیقی صاحب نے اس کار اہم کا بیڑا اٹھایا۔ حی ابن یقظان کا ترجمہ یورپ کی اکثر زبانوں میں ہو چکا ہے۔ لیکن اردو اب تک اس سے محروم تھی۔ اس کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہ تھی جس میں ابن طفیل کے فلسفہ کی ناقدانہ تشریح و تفسیر کا حق ادا کیا گیا ہو۔ ظفر احمد صاحب نے بڑی محنت اور اہلیت سے اس اہم تحقیقی کام کو انجام دیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ایک بڑی کمی کو پورا کیا ہے۔ کام کی نوعیت ایسی تھی کہ اس کو نہ محض مشرقی علوم و فلسفہ سے واقفیت رکھنے والا شخص انجام دے سکتا تھا اور نہ محض مغربی علوم و فلسفہ کا ماہر۔ ظفر احمد صاحب جو ہماری یونیورسٹی کے مایۂ ناز استادوں میں سے ہیں ایک عرصہ سے دونوں مضمونوں کو پڑھا رہے ہیں اور دونوں میں یکساں شغف رکھتے ہیں۔ اس لئے ان سے زیادہ اس کام کے لئے کوئی اور موزوں نہیں ہو سکتا تھا۔

مجھے یقین ہے کہ ان کی یہ کوشش مشرقی اور مغربی فلسفہ کے طالبعلموں کے لئے یکساں دلچسپی اور افادیت کا باعث ہوگی۔

فہرست مضامین

حی ابن یقظان

اور اس کے ذریعے سے عبارت کو شاید زیادہ دلکش اور مؤثر بنایا جا سکتا۔ لیکن میں نے اس کو علمی دیانتداری کے خلاف سمجھا۔ کسی فلسفیانہ کتاب کے ترجمہ میں ہمیں صرف لفظ و بیان کے حسن ہی کو دیکھنا نہیں ہوتا بلکہ اصل مصنف کے خیالات تک پہنچنا زیادہ اہم اور مقدم ہوتا ہے۔ انداز بیان کا ردوبدل یا ایک لفظ کا ادھر سے ادھر ہو جانا بعض اوقات مفہوم کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتا ہے اور صاحب تصنیف سے غلط خیالات اور نظریوں کو منسوب کر دیتا ہے۔ میں نے سختی کے ساتھ کوشش کی ہے کہ اس عیب سے ترجمہ کو پاک رکھوں۔

اصل کتاب میں نہ کوئی ابواب تھے اور نہ عنوانات۔ بلکہ چند مقامات کو چھوڑ کر پیراگراف کی تقسیم بھی نہ تھی۔ پڑھنے والوں کی سہولت کے لئے یہ تصرف میں نے گوارا کیا ہے کہ ابواب عنوانات اور پیراگراف کی تقسیم اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔

مجھے امید ہے کہ میری یہ کوشش اردو داں حضرات کو اسلامی فلسفہ کے ایک پوشیدہ خزانے سے متعارف کرانے میں کامیاب ہوگی۔

۸ جنوری سنہ ۱۹۵۵ء

ظفر احمد صدیقی
شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حی ابن یقظان

تمہید

سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو بڑا اور سب سے زیادہ بڑا، قدیم اور سب سے زیادہ قدیم، علیم اور سب سے زیادہ علیم، حکیم اور سب سے زیادہ حکیم، رحیم اور سب سے زیادہ رحیم، کریم اور سب سے زیادہ کریم، حلیم اور سب سے زیادہ حلیم، ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ کچھ بتایا جو وہ نہ جانتا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا فضل ہے[1] اس کی بزرگ نعمتوں پر میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس کے عطیوں کے تواتر پر اس کا شکر بجالاتا ہوں! ور

---

[1] آخری الفاظ قرآن کریم سے ماخوذ ہیں جن کو ابن طفیل نے اپنی عبارت میں جوڑ دیا ہے۔ عربی کی اصل عبارت یہ ہے: الذی علم بالقلم ہ علم الانسان مالم یعلم ہ وکان فضل اللہ علیك عظیما ہ

طور سے تعلق رکھتا ہے جو ان طوروں سے مختلف ہے اور ایک ایسے عالم سے متعلق ہے جو اس عالم کے سوا ہے۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ یہ حالت اپنی بہجت اور سرور اور لذت و مسرّت کی وجہ سے ایسی ہے کہ جو وہاں تک پہنچ جائے اور اس کی حدود میں سے کسی تک رسائی پائے اس کے لئے ممکن نہیں کہ اس کی حقیقت کو چھپا سکے اور اس کے راز کو مخفی رکھ سکے۔ بلکہ اس پر ایسی طرب و نشاط اور ایسا سرور و انبساط چھا جاتا ہے کہ اس حالت کے اظہار پر مجبور ہو جاتا ہے چاہے وہ علوم میں ماہر نہ ہو۔ اور یہ اظہار اجمالاً ہوتا ہے نہ کہ تفصیلاً۔ وہ ان امور میں بغیر تحصیل علوم کے گفتگو کرتا ہے یہاں تک کہ اس حالت میں ان میں سے کسی نے کہا "سبحانی ما اعظم شانی"[1] اور کسی نے "انا الحق"[2] اور کسی نے "لیس فی الثوب الا اللہ"[3] کہا۔ رہے شیخ ابو حامد غزالی رحمت اللہ علیہ سو انھوں نے اس حالت پر پہنچ کر یہ شعر اپنے حسب حال کہا:

---

[1] یعنی پاک ہوں میں اور میری شان کس قدر بڑی ہے (قول بایزید)

[2] یعنی میں حق ہوں یا میں خدا ہوں (قول منصور حلاج)

[3] یعنی میرے لباس میں اللہ کے سوا کوئی اور نہیں ہے (قول جنید بغدادی)

نوٹ :۔ اصل الفاظ جو حضرت جنید سے منسوب ہیں یہ ہیں: لیس فی جبہ سواہ۔ ابن طفیل نے کسی قدر تغیر سے ان کو نقل کیا ہے۔ مطلب بہرحال دونوں کا ایک ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں جو پاکیزہ خلق، روشن معجزے، زبردست دلیل اور برہنہ شمشیر کے مالک تھے۔ اللہ تعالیٰ کی صلوات اور سلام آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر ہوں جو عالی ہمت اور صاحبِ مناقب و فضائل تھے نیز تمام صحابہ اور تابعین پر تا روز قیامت اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہوں اور بکثرت سلام ہوں۔

اے برادر کریم و مخلص و صادق! اللہ تعالیٰ تم کو بقائے ابدی عطا کرے اور سعادتِ سرمدی بخشے۔ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ میں حکمت مشرقیہ کے اسرار میں سے جن کو شیخ امام الرئیس ابو علی سینا نے بیان کیا ہے وہ امور جن کا اظہار میرے لئے ممکن ہو تم پر واضح کروں تو جانو کہ جو ایسے حق کا خواہشمند ہو جس میں کوئی ابہام نہ ہو اس کو لازم ہے کہ اس کو طلب کرے اور اس کے حصول میں پوری کوشش کرے۔ تمہارے سوال نے میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا کر دی جس نے خدا کا شکر ہے مجھے ایک ایسی حالت کے مشاہدہ تک پہنچا دیا جس کا اس سے قبل مجھے تجربہ نہیں ہوا تھا اور ایک ایسے مقام تک میری رسائی کا باعث ہوا جس کی غرابت اس حد تک ہے کہ نہ زبان اس کو بیان کر سکے اور نہ بیان اس کی مساعدت کر سکے۔ کیونکہ وہ مقام ایک ایسے

اور جس تک علم نظری اور بحث فکری کے ذریعہ سے رسائی ہوتی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ابن الصائغ اس مقام تک پہنچ گئے تھے مگر اس سے آگے نہیں بڑھے تھے۔

اب رہا وہ درجہ جس کی طرف ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے وہ اس سے مختلف ہے اگرچہ اس اعتبار سے وہی ہے کہ اُس میں کوئی ایسا امر منکشف نہیں ہوتا جو اس میں منکشف ہونے والے کے مخالف ہو۔ البتہ فرق یہ ہے کہ اُس میں وضاحت کی زیادتی ہوتی ہے اور ایک ایسے امر کے ذریعہ سے مشاہدہ ہوتا ہے جس کو ہم قوت سے موسوم نہیں کر سکتے الا بر سبیل مجاز۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نہ جمہور کے الفاظ میں اور نہ خواص کی اصطلاحات میں ایسے اسمار پاتے ہیں جو اس چیز پر دلالت کرتے ہوں جس سے ایسا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس کا ہم نے ذکر کیا اور جس کے ذوق کی طرف تمہارا سوال محرک ہوا۔ اور یہ ان احوال میں سے ہے جن کے بارے میں شیخ بوعلی نے ان الفاظ میں تنبیہ کی ہے: جب طالب کا ارادہ اور ریاضت ایک حد تک پہنچ جاتی ہے تو اس پر انوار الٰہی کے پر کیف جلووں کا جذب طاری ہوتا ہے گویا بجلیاں ہیں جو کوند رہی ہیں۔ پھر وہ تھوڑی دیر کے لئے سرد اور دھیمی پڑ جاتی ہیں۔ پھر جب وہ ریاضت میں ماہر ہو جاتا ہے تو یہ کیفیتیں اس پر کثرت سے وارد ہوتی ہیں

فکان ما کان مما لست اذکرہ
فظن خیرا ولا تسئال عن الخبر

(ترجمہ: جو ہوا سو ہوا اس کا ذکر میں نہیں کرتا پس تو گمان نیک کر اور اس کی خبر کے بارے میں کچھ نہ پوچھ)۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کو معارف نے ادب شناس بنا دیا تھا اور علوم سے واقف کار کر دیا تھا۔

اب ابوبکر ابن الصائغ کے قول کی طرف دیکھو جو انہوں نے صفت اتصال کے ذکر کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ معنی جو ان کی اس کتاب سے مقصود ہیں سمجھ لئے جائیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ایسا ممکن نہیں کہ علوم متداولہ میں سے کوئی معلوم ایک درجہ میں ہو اور وہ تصور جو اس معنی کو سمجھنے سے حاصل ہوا ہے کسی ایسے درجہ میں ہو جس کو نفس ان تمام چیزوں کے مخالف پائے جو سابق ہیں دوسرے غیر مادی اعتقادات کے ساتھ وابستہ رہیں۔ اور وہ کیفیت اس سے بالاتر ہے کہ حیات طبعی کی طرف منسوب کی جاسکے بلکہ وہ اہل سعادت کے ایسے احوال میں سے ہے جو ترکیب حیات طبعی سے پاک ہیں۔ اور وہ احوال اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کو احوال الٰہیہ کہا جاسکے جو اللہ سبحانہٗ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ یہ وہ درجہ ہے جس کی طرف ابوبکر ابن الصائغ نے اشارہ کیا ہے

میں متردد رہتا ہے۔ کبھی ادھر ہوتا ہے کبھی اُدھر۔ پھر وہ اپنے
نفس سے غائب ہو جاتا ہے اور صرف حضرت قدس کو دیکھتا
ہے اور اگر وہ اپنے نفس کو دیکھتا بھی ہے تو شاہد حق کی حیثیت
سے۔ اس مقام پر وصول الی اللہ متحقق ہو جاتا ہے۔ یہ وہ احوال
ہیں جن کا انہوں نے (خدا ان سے راضی ہو) ذکر کیا ہے اور اس
سے ان کی مراد یہ تھی کہ یہ احوال طالب کو ذوقاً حاصل ہوتے
ہیں نہ کہ بطور ادراک نظری کے جو قیاسات، تقدیم مقدمات
اور انتاج نتائج سے حاصل ہوتا ہے۔

اگر تم مثال چاہتے ہو تو اس گروہ کے ادراک اور دوسروں
کے ادراک کا فرق تمہیں ظاہر ہو جائے گا۔ پس اس شخص کے
حال کا تصور کرو جو نابینا پیدا ہوا لیکن اس کے ساتھ وہ
صحیح الفطرت، تیزی سے نتیجہ پر پہنچ جانے والا، مضبوط حافظہ
والا اور راست خیال ہے۔ جب سے وہ پیدا ہوا کسی شہر میں
اس نے نشو و نما پائی اور وہاں کے لوگوں سے اور کثرت سے
انواع حیوانات و جمادات سے نیز شہر کی گلیوں، راستوں
گھروں اور بازاروں سے اپنے دوسرے مختلف قسم کے
ادراکات کی مدد سے متعارف ہوتا رہا یہاں تک کہ اس کی حالت
ایسی ہو گئی کہ شہر میں بغیر کسی رہنما کے چلتا پھرتا ہے۔ ہر ملنے
والے کو پہچانتا ہے اور پہلی بار ہی ان کو سلام کرتا ہے [illegible]

پھر وہ اس میں ڈوب جاتا ہے یہاں تک کہ بغیر محنت کے وہ
کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے۔ جب وہ کوئی چیز دیکھتا ہے تو
اس سے جناب قدس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے پھر یہ چیز اس کو
اپنے احوال میں سے کوئی واقعہ یاد دلاتی ہے جس سے اس پر
ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ہر چیز میں حق کا مشاہدہ کرنے لگتا
ہے۔ پھر اس کی ریاضت ایسے درجہ میں پہنچتی ہے کہ اس کا
وقت سراپا سکینت اور اطمینان بن جاتا ہے اور جو شخص سرگشتہ
تھا وہ اب مانوس ہو جاتا ہے۔ اور انوار الٰہی کی تجلی کی چمک
اب ایک ٹھہرا ہوا واضح نور معلوم ہوتی ہے اور اس کو مستقل
معرفت حاصل ہوتی ہے گویا وہ ایک ایسی صحبت ہے جس کو
استمرار حاصل ہوتا ہے اس حد تک جس کا بیان انہوں نے
(شیخ بو علی سینا نے) اس موقع پر کیا ہے جہاں مراتب کی تدریج
کے بارے میں بتایا ہے اور ان مراتب کے اس حد تک پہنچنے
کے بارے میں جبکہ انسان کا باطن ایسا آئینہ روشن بنجاتا ہے
جس سے وہ جانب حق کے مقابل ہو جاتا ہے اور اس وقت
اس پر علوی لذتیں وارد ہوتی ہیں اور وہ اپنے نفس سے اس
اثر حق کے باعث جو اس میں دیکھتا ہے خوش ہوتا ہے اور
اس درجہ میں اس کی ایک نظر حق پر رہتی ہے اور ایک نظر
اپنے نفس کی طرف ہوتی ہے۔ اس وقت تک وہ دونوں حالتوں

نہیں کہہ سکتے الا بر سبیل مجاز یہ اس نابینا کی حالت ثانیہ کے مطابق
ہے۔ اور کبھی شاذ و نادر ایسا شخص پایا جاتا ہے جو بمنزلہ اس
شخص کے ہو جو تیز بصیرت، کشادہ بصر اور نظر سے بے نیاز
ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ولایت سے مشرف کرے، میری
مراد ادراک اہل نظر سے وہ نہیں ہے جس کو عالم طبیعی کی چیزوں
میں سے ادراک کیا جاتا ہے۔ اور نہ ادراک اہلِ ولایت سے
میری مراد وہ ہے جس کو ما بعد الطبیعی امور میں سے لوگ ادراک
کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں ادراک خود ایک دوسرے
سے بہت مختلف ہیں اور ان میں سے ایک کا دوسرے سے
التباس ممکن نہیں۔ میری مراد اہل نظر کے ادراک سے وہ ہے
جس کا لوگ ما بعد الطبیعی امور میں سے ادراک کرتے ہیں جیسا
ابوبکر نے ادراک کیا۔ ان لوگوں کے اس ادراک میں شرط
یہ ہے کہ حق صحیح ہو۔ اور اس وقت اہل نظر کے ادراک اور ان
اہل ولایت کے ادراک میں جو ان امور کی طرف ملتفت ہوتے
ہیں یہ تعلق ہوتا ہے کہ دونوں کو نظر تو یکساں حاصل ہوتی ہے
مگر زیادتی وضوح اور لذت عظیم کا فرق ہوتا ہے۔ ابوبکر نے
گروہ اہل ولایت پر اس لذت کے ذکر کی وجہ سے طعن کیا ہے
اور بیان کیا ہے کہ یہ قوت خیالی سے متعلق ہے۔ اور یہ دعویٰ
کیا ہے کہ اس موقع پر جو حال ارباب سعادت کے سزاوار ہو

رنگوں اور ان کی تعریفوں کو ان کے ناموں کی شرح اور بعض حدود کی مدد سے جو ان رنگوں پر دلالت کرتی ہیں پہچانتا ہے۔ پھر اس درجہ پر پہنچنے کے بعد اس کی بینائی کھل جاتی ہے اور اس کو آنکھوں کا دیکھنا حاصل ہو جاتا ہے اور وہ اس پورے شہر میں چلتا پھرتا اور گھومتا ہے تو وہ کوئی چیز اپنے سابق اعتقاد کے خلاف نہیں پاتا اور نہ اپنے احوال میں سے کسی چیز کو وہ اجنبی پاتا ہے۔ اور رنگوں کو ان عوارض کے مطابق پاتا ہے جن سے کہ اس کو ان کی نشاندہی کی گئی تھی۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ اس تمام واقعہ میں اس کو دو عظیم معاملے پیش آئے ہیں جن میں سے ایک دوسرے کا تابع ہے اور وہ دونوں چیزیں یہ ہیں ایک تو وضاحت کی زیادتی اور دوسرے لذت عظیمہ۔

پس ان دیکھنے والوں کا حال جو طور ولایت تک نہیں پہنچے اس نابینا کے پہلے حال سے مطابقت رکھتا ہے۔ اور وہ رنگ جو اس حالت میں اپنے ناموں کی شرح کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں وہ وہی امور ہیں جن کے بارے میں ابو بکر نے کہا ہے کہ "وہ اس سے بالاتر ہیں کہ حیات طبیعی کی طرف منسوب کئے جائیں۔ خدا اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے"۔ اور ان دیکھنے والوں کا حال جو طور ولایت تک پہنچے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے وہ چیز عطا کی جس کی نسبت ہم نے کہا ہے کہ اس کو قوت

کے ساتھ کسی کتاب میں ممکن نہیں۔ اور جب کوئی ایسا ارادہ کرے گا اور اس چیز کو بیان کرنے یا لکھنے کا بار اپنے اوپر لیگا تو اس کی حقیقت بدل جائے گی اور وہ دوسری نظری قسم کی قبیل سے ہو جائے گا۔ کیونکہ جب وہ حروف اور اصوات کا لباس پہنے گا اور عالم شہادت سے قریب ہوگا تو کسی طور اور کسی شکل سے اپنی اصلی حالت پر نہ رہے گا۔ اور اس کے بارے میں عبارتیں بکثرت مختلف ہونگی اور ایک گروہ کے قدم راہ راست سے بھٹک جائیں گے۔ اور وہ شخص دوسرو کے بارے میں یہ گمان کرے گا کہ ان کے قدم راہ راست سے ہٹ گئے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایسا امر ہے جس کی کوئی حد و نہایت نہیں اور ایک ایسے دریا سے متعلق ہے جو وسیع الاطراف ہے اور جو سب پر محیط ہے مگر خود اس پر کوئی محیط نہیں۔

دوسری غرض ان دو غرضوں میں سے جن کے بارے میں ہم نے کہا کہ تمہارا سوال ان میں سے کسی ایک سے باہر نہیں جاتا یہ ہے کہ تم اس امر کی تعریف اہل نظر کے طریقہ کے مطابق چاہو۔ اور یہ (اللہ تمہیں اپنی ولایت سے مشرف کرے) ایسی چیز ہے کہ کتاب میں بحث کئے جانے اور عبارتوں کے تصرف کی متحمل ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ کبریت احمر سے بڑھ کر

اس کو بہ تفصیل و صراحت بیان کریں گے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سے کہا جائے کہ تم ایک ایسی چیز کے مزے کو حرام قرار دے رہے ہو جس کو تم نے کبھی نہیں چکھا اور نہ تم صدیقین کی گردنوں کو الانگنا چاہتے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے کوئی ایسی چیز نہیں کی اور نہ اس وعدہ کو وفا کیا۔ ایسا شبہ گذرتا ہے کہ ان کو تنگی وقت نے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے اور دہران کے قیام کی مشغولیت نے اس بات سے روک دیا۔ یا انہوں نے یہ خیال کیا ہوگا کہ اگر وہ اس حالت کو بیان کریں گے تو یہ بیان ان کو ان باتوں پر مجبور کرے گا جن میں خود ان کی سیرت کی مذمت نکلے گی وران چیزوں کی تکذیب نکلے گی جن کو وہ مال کی زیادہ طلبی کی ترغیب اور اس کے جمع کرنے اور اس کے حصول میں ہر قسم کی تدابیر سے کام لینے کے بارے میں ثابت کر چکے ہیں۔

ہماری گفتگو ضرورت کی بنا پر اس حد سے کسی قدر آگے بڑھ گئی جس کا تمہارا سوال محرک ہوا تھا۔ اور اس قول سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ تمہارا مقصود دو غرضوں میں سے کسی ایک سے باہر نہیں ہے۔ یا تو یہ کہ تم اس چیز کے بارے میں سوال کرو جس کو اصحاب مشاہدہ و ذوق و حضور طور ولایت میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس یہ غرض ایسی ہے کہ جس کا پورا کرنا حقیقت امر

برح بی ان علوم الوری | اثنان ما ان فیہما من مزید
حقیقۃ یعجز تحصیلہا | وباطل تحصیلہ ما یفید

[یعنی یہ بات مجھ پر آشکار ہوگئی ہے کہ تمام دنیا کے علوم دو قسم کے ہیں، اس سے زیادہ نہیں ہیں۔
ایک وہ حقیقت جس کی تحصیل انسان کو عاجز کر دینے والی ہے اور دوسرے باطل جس کی تحصیل بے فائدہ ہے]۔

ان لوگوں کے بعد دوسرے لوگ آئے جو ان سے زیادہ تیز نظر اور حقیقت سے قریب تر تھے۔ اور ان میں ابو بکر ابن الصائغ سے بڑھ کر تیز ذہن صحیح النظر اور صادق الفکر کوئی نہ تھا۔ مگر ان کو دنیا نے اپنی طرف مائل کر لیا یہاں تک کہ ان کے علم کے خزانوں کے ظاہر ہونے اور ان کی حکمت کے چھپے ہوئے اسرار کے پھیلنے سے پہلے ان کو موت نے آلیا۔ ان کی اکثر تالیفات جو پائی جاتی ہیں غیر کامل اور ادھوری ہیں مثلاً ان کی کتاب دربارۂ نفس اور تدبیر المتوحد اور وہ کتابیں جو انھوں نے منطق اور علم طبیعی پر لکھیں۔ رہیں ان کی کامل تصنیفات سو وہ مختصر کتابیں اور ماخوذ رسائل ہیں۔ انھوں نے خود اس کی صراحت کر دی ہے اور بیان کیا ہے کہ معنی مقصود میری وہ دلیل ہے جو رسالۂ انصال میں بیان کی گئی ہے۔ لیکن یہ بات ان کی پورے طور سے صفائی نہیں کرتی مگر بہ صد دشواری و کراہت شدید۔

ناپید ہے خصوصاً ان نواح میں جن میں کہ ہم ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ غرابت کی اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ اس کے تھوڑے پر بھی کسی کو دسترس نہیں سوائے اِکّا دُکّا شخصوں کے۔ اور جن کی کچھ دسترس ہے بھی وہ لوگوں سے اس بارے میں رمز کے سوا کوئی بات نہیں کرتا اس لئے کہ ملت حنفہ اور شریعت محمدیہ نے اس مسئلہ میں غور کرنے سے منع کیا ہے اور اس سے تنبیہ کی ہے۔

یہ گمان ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہ وہ فلسفہ جو ہم کو ارسطو اور ابو نصر کی کتابوں اور کتاب شفا میں پہنچا ہے تمہاری مطلوبہ غرض کو پورا کرتا ہے۔ نہ اہلِ اندلس میں سے کسی نے اس بارے میں کوئی ایسی چیز لکھی ہے جو کفایت کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم منطق اور فلسفہ کی اشاعت سے پہلے جو فطرت فائقہ رکھنے والے اندلس میں پیدا ہوئے انہوں نے اپنی عمریں علوم تعلیمی میں صرف کر دیں اور ان میں مرتبہ بلند کو پہنچے اور اس سے زیادہ پر قادر نہیں ہوئے۔ ان کے بعد ایسے اخلاف آئے جنہوں نے کسی قدر علم منطق کے ذریعہ سے ان پر اضافہ کیا۔ پس انہوں نے منطق میں غور کیا لیکن حقیقت کمال کو نہ پہنچے۔ ان ہی میں وہ شخص ہے جس نے یہ اشعار کہے ہیں۔

کلام ہے جس کا یہ مفہوم ہے کہ ہر وہ چیز جو اس کے سوا بیان کی
جاتی ہے وہ ہذیان اور بڑھیوں کی خرافات ہے۔ پس اس شخص
نے تمام خلق کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس کر دیا اور نیک و بد
کو ایک درجہ میں رکھدیا اس لئے کہ اس نے سب کی بازگشت
عدم کی جانب قرار دی۔ یہ وہ لغزش ہے جس کی تلافی نہیں
ہو سکتی اور وہ خطا ہے جس کی اصلاح ممکن نہیں۔ یہ مع اس بد
اعتقادی کے جس کی اس نے نبوت کے بارے میں صراحت
کی اور یہ کہ وہ (نبوت) اس کے گمان میں خاص کر قوت خیالیہ
سے متعلق ہے اور نیز اس کا فلسفہ کو نبوت پر فضیلت دنیا اور دوسری
باتیں ایسی ہیں جن کے بیان کرنے کی ہمیں حاجت نہیں۔
رہیں ارسطو کی کتابیں سو ان کا یہ حال ہے کہ شیخ ابو علی ان
کے مطالب کی تلفیر کے کفیل ہوئے اور اس کے مذہب پر
چلے اور کتاب شفا میں اس کے فلسفہ کی راہ اختیار کی اور شروع
کتاب میں صراحت کر دی کہ حق میرے نزدیک اس کے خلاف
ہے اور یہ کہ انہوں نے وہ کتاب مشائین کے اصول پر تالیف
کی ہے اور نیز یہ کہ جو ایسے حق کا طالب ہو جس میں کوئی شک نہیں
اس کو لازم ہے کہ میری کتاب جو فلسفہ مشرقیہ کے بارے میں
ہے پڑھے۔ جو کتاب شفا اور کتب ارسطو پڑھنے کی زحمت
کرے گا اس پر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ دونوں اکثر امور میں

اور بعض مواقع پر ان کی عبارت طریقۂ اکمل سے مختلف ہے۔ اگر ان کو وقت ملتا تو اس کی تبدیلی کی طرف متوجہ ہوتے۔ یہ اس علم کی کیفیت ہے جو ہمیں ان سے پہنچا اور ہم ان سے ذاتی طور پر نہیں ملے۔ اب رہے وہ لوگ جو ان کے معاصر تھے اور جن کے بارے میں ہم نے یہ نہیں کہا کہ وہ ان کے ہم رتبہ ہیں سو ان کی کوئی تصنیف ہماری نظر سے نہیں گذری۔ وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یعنی ہمارے معاصرین سو وہ ہنوز ترقی کی راہ پر گامزن ہیں یا غیر کمال کی حالت پر ٹھہر گئے ہیں یا ان کی حقیقت ہم تک نہیں پہنچی۔

اب ابونصر کی ان کتابوں کو لو جو ہم تک پہنچی ہیں ان میں سے اکثر منطق پر ہیں اور ان میں سے جو فلسفہ کے متعلق ہیں ان میں کثرت سے شکوک اور شبہات ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی کتاب "الملت الفاضلہ" میں ثابت کیا ہے کہ بری روحیں مرنے کے بعد ایسی تکالیف میں رہتی ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں اور ان کی بقا لانہایت ہے۔ پھر خود ہی "السیاسیہ مدنیہ" میں اس نے صراحت کی کہ وہ تخئیل ہو کر عدم کی طرف لوٹ جاتی ہیں اور یہ کہ نفوس کاملہ کے سوا کسی کو بقا نہیں۔ پھر اس نے کتاب الاخلاق میں سعادت انسانیہ کا کچھ حال بیان کیا اور بتایا کہ وہ (سعادت) اسی دنیا کی زندگی میں ہوتی ہے پھر اس کے بعد ایسا

رائے جس میں جمہور شریک ہوں اس چیز کے بارے میں جس پر کہ وہ قائم ہیں۔ دوسرے وہ رائے جو مخاطب یعنی سائل اور طالب ارشاد کے مطابق ہو۔ تیسرے وہ رائے جو انسان اور اس کے نفس کے مابین ہو اور اس پر کوئی مطلع نہ ہو بجز اس کے جو اس کا شریک اعتقاد ہے۔

پھر وہ اس کے بعد کہتے ہیں کہ اگر اس عبارت میں کچھ نہ ہوتا بجز اس چیز کے جو تجھ کو تیرے موروثی اعتقاد سے شک میں ڈالتی ہے تب بھی اس کا نفع کافی تھا اس لئے کہ جو شک نہیں کرتا وہ غور نہیں کرتا اور جو غور نہیں کرتا اس کو دکھائی نہیں دیتا اور جس کو دکھائی نہیں دیتا وہ نابینائی اور حیرت ہی میں رہتا ہے۔ پھر انہوں نے اس شعر کو مثالاً ذکر کیا ہے۔

جو دیکھو اسے لے لو اور سُنی سنائی کو چھوڑ دو۔

سورج کی طلعت میں وہ خوبی ہے جو تمہیں زحل سے بے نیاز کرتی ہے[1]

یہ ان کی تعلیم کا حال ہے اور ان کی بیشتر تعلیم رمز و اشارہ کی صورت میں ہے جس سے صرف وہ نفع حاصل کر سکتا ہے جو پہلے اپنی بصیرت نفس کی بنا پر اس سے واقف ہو پھر دوبارہ

---

[1] عربی شعر یہ ہے:

خذ ما تراہ ودع شیئاً سمعت بہ　　فی طلعۃ الشمس ما یغنیک عن زحل

متفق ہیں اگرچہ کتاب شفا میں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو ہمیں ارسطو سے نہیں پہنچیں۔ اگر کوئی شخص تمام وہ چیزیں لے گا جو کتب ارسطو میں اس کو ملتی ہیں اور وہ چیزیں جو کتاب شفا اس کو ظاہری طور پر دیتی ہے (بغیر اس کے کہ وہ اس کے باطن کو پا سکے) تو درجۂ کمال تک نہ پہنچے گا جیسا کہ شیخ بو علی نے کتاب شفا میں تنبیہ کر دی اب شیخ ابی حامد الغزالی کی کتابوں کا حال یہ ہے کہ وہ عام لوگوں سے مخاطبت کے مطابق ایک چیز کو ایک جگہ باندھتے ہیں دوسری جگہ کھولتے ہیں کہیں بعض چیزوں کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں پھر ان کو جائز قرار دیتے ہیں اور وہ ان لوگوں میں ہیں جنہوں نے کتاب "تہافتہ" میں فلاسفہ کی ان کے حشر اجساد کا انکار کرنے اور ثواب وعذاب کو روحوں سے مخصوص کرنے پر تکفیر کی ہے پھر کتاب میزان کے آغاز میں کہا ہے کہ یہ قطعی طور پر۔ بر صوفیا کا اعتقاد ہے۔ پھر خود ہی کتاب منقذ من الضلال و مفصح من احوال میں کہا ہے کہ میرا اعتقاد صوفیوں کا سا ہے ان کی کیفیت یہ ہے کہ وہ طویل بحث کے بعد اس رائے پر ٹھہرے اور ان کی کتابوں میں اس قسم کی چیزیں کثرت سے ہیں۔ جو ان کو پڑھے گا اور ان پر غور کرے گا وہ اس چیز کو دیکھ لے گا! انہیں نے کتاب میزان العمل کے آخر میں اس فعل سے معذرت کی ہے اور بیان کیا ہے کہ رائیں تین قسم کی ہوتی ہیں اول وہ

میں بخل کیا گیا ہے۔

متاخرین میں سے کسی کو ان کے کلام سے جو آخر کتاب مشکوٰت میں واقع ہے ایک عجیب بات کا وہم ہوا جس نے اس کو ایک ایسے گڑھے میں ڈال دیا جس سے رہائی ممکن نہیں اور وہ امام غزالی کا وہ قول ہے جو انہوں نے محجوبین بالانوار (یعنی خدا کے انوار میں ڈھکے ہوئے اشخاص) کی اقسام کا ذکر کرنے اور اس سے واصلین کے ذکر کی طرف منتقل ہونے کے بعد بیان کیا ہے قول مذکور یہ ہے کہ وہ محجوبین بالانوار اور واصلین اس امر سے واقف ہوتے ہیں کہ یہ صاحب وجود عظیم ایسی صفت سے متصف ہے جو خالص وحدانیت کے منافی ہے۔ اس شخص کی مراد یہ تھی کہ اس سے امام غزالی پر یہ لازم آتا ہے کہ ان کے اعتقاد میں حق سبحانہ کی ذات میں کسی قسم کی کثرت پائی جاتی ہے۔ اللہ ان چیزوں سے جو ظالم کہتے ہیں بہت برتر ہے۔

ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں کہ شیخ ابو حامد ان لوگوں میں ہیں جو انتہائی سعادت پر فائز ہیں اور شریف و مقدس درجات تک پہنچ چکے ہیں لیکن ان کی کتابیں جن سے نااہلوں پر بخل کیا گیا ہے اور جو علم مکاشفہ پر مشتمل ہیں ہم تک نہیں پہنچیں اور وہ حق جس تک ہم پہنچے ہیں ہمیں ان سے حاصل نہیں ہوا۔ لیکن ہمارا مبلغ علم ان کے کلام اور کلام شیخ ابو علی کے تتبع

اس کو ان سے سنے یا جو اس کے سمجھنے کی استعداد رکھتا ہو اور فطرت فائقہ کا مالک ہو جس کے لئے معمولی اشارہ کافی ہو۔ امام غزالی نے کتاب الجواہر میں ذکر کیا ہے کہ میری کئی تصانیف ایسی ہیں جن سے نا اہل پر بخل کیا جاتا ہے اور یہ کہ انہوں نے ان میں صریح حق شامل کر دیا ہے۔ لیکن ہمارے علم میں ان میں سے کوئی چیز اندلس تک نہیں پہنچی بلکہ ایسی کتابیں آئیں جن کے بارے میں بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہی وہ کتابیں ہیں جن کے بارے میں بخل کیا گیا ہے حالانکہ حقیقت اس کے خلاف ہے۔ یہ کتابیں کتاب المعارف العقلیہ[۵۱] اور کتاب النفخ والتسویہ[۵۲] اور دوسرے رسائل مجموعہ ہیں۔ ان کتابوں میں گرچہ اشارات ہیں تاہم وہ وضاحت میں اس چیز پر جو ان کی مشہور کتابوں میں پھیلی ہوئی ہے کوئی اہم اضافہ نہیں کرتیں۔ ان کی کتاب المقصد الاسنیٰ[۵۳] میں ان کتابوں سے کہیں گہرے مطالب ہیں پھر بھی جیسا کہ انہوں نے صراحت کی ہے کتاب مذکورہ نہیں ہے جس کے بارے میں بخل کیا گیا ہے۔ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ کتابیں جو ہم تک پہنچیں وہ وہ نہیں ہیں جن کے بارے

---

۵۱ یعنی دربارۂ علوم عقلی۔

۵۲ یعنی روح پھونکنے اور ہموار کرنے یعنی تخلیق کے بارے میں۔

۵۳ بلند مقصد۔

کیونکہ یہ نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ درجات بلند تک پہنچنے کے لئے۔ اور ہماری مراد صرف یہ ہے کہ تمہیں ان راہوں پر چلنے کے لئے آمادہ کریں جن پہ ہم پہلے چل چکے ہیں اور تمہیں اس سمندر میں تیرائیں جس کو ہم اوّل عبور کر چکے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تمہیں اس مقام تک پہنچائے جہاں ہمیں پہنچایا۔ اور تم اس کے ذریعہ سے اس چیز کا مشاہدہ کرو جس کا ہم نے مشاہدہ کیا۔ اور اپنی ذاتی بصیرت سے ہر اس چیز کو حاصل کرو جو ہم نے حاصل کی اور اپنی معرفت کو ہماری معرفت سے ربط دینے سے تم بے نیاز ہو جاؤ۔ یہ بات ایک معین اور طویل مدت، مشاغل سے فرصت اور پوری سرگرمی سے اس فن پر متوجہ ہونے کی محتاج ہے۔ اگر تمہارا یہ عزم صادق ہو اور اس مقصود کی خاطر کمر باندھنے کے لئے تمہاری نیت صحیح ہو تو تم صبح کو اپنے سفر شب کو سراہو گے اور اپنی سعی کی برکتیں پاؤ گے اور اپنے رب سے راضی ہو گے اور وہ تم سے راضی ہوگا۔ اور میں تمہارے واسطے حاضر ہوں جہاں تم اپنی توقع کے مطابق مجھے چاہتے ہو اور جو تمہاری ہمت اور موجودہ حالت کا مطمح نظر ہے اور مجھے امید ہے کہ تمہاری رہنمائی اس راہ پہ کر دوں جو سب سے زیادہ معتدل اور مصائب و آفات سے سب سے زیادہ محفوظ

اور ان میں سے بعض اقوال کو بعض کی طرف پھیرنے اور اس کو ان راؤں کی طرف جو ہمارے اس زمانہ میں پیدا ہوئیں نسبت دینے کا مرہونِ منت ہے۔

مدعیانِ فلسفہ کی ایک جماعت ان کتابوں کی گرویدہ ہوگئی یہاں تک کہ ہم کو اوّل بہ طریق بحث و نظر حق ثابت ہو گیا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے تھوڑا سا ذوقِ مشاہدہ حاصل کیا اور اب ہم نے اپنے آپ کو اس کا اہل دیکھا کہ ایسی کتاب تصنیف کریں جو ہماری یادگار رہے۔ اور اے سائل ہمیں یہ بات ثابت ہوئی کہ تم پہلے شخص ہو جس کو ہم تمہاری سچی محبت اور تمہارے صدق و صفا کی بنا پر اس چیز کا تحفہ پیش کر رہے ہیں جو ہمارے پاس ہے اور اس چیز سے مطلع کر رہے ہیں جو ہمارے نزدیک ثابت ہے۔ لیکن اگر ہم تمہارے سامنے اس چیز کی انتہا پیش کریں جس تک ہم پہنچ چکے ہیں، اس سے قبل کہ اس کے مبادی تمہارے ذہن میں مستحکم ہوں تو ایک مجمل امر تقلیدی سے زیادہ اس کا کچھ اور فائدہ نہ ہوگا اور یہ جب ہوگا کہ تم مودت و محبت کی بنا پر ہمارے ساتھ حسنِ ظن کرو، نہ اس معنی کر کہ ہم اس کے مستحق ہیں کہ ہمارا قول قبول ہی کر لیا جائے۔ اور ہم تمہارے لئے اس رتبہ پر اکتفا نہیں کرتے اور نہ راضی ہوتے ہیں تمہارے لئے بجز اس کے جو اس سے اعلیٰ ہو

قصہ حی ابن یقظان

(۱)

حی ابن یقظان کی بغیر ماں باپ کے پیدائش

ہمارے اسلاف صالح نے (اللہ ان سے راضی ہو) ذکر کیا کہ ہند کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ ہے جو خط استوا کے تحت میں واقع ہے اور وہ ایسا جزیرہ ہے جہاں انسان بغیر ماں باپ کے پیدا ہوتے ہیں اور اس میں ایک پیڑ ہے جو عورتوں کا پھل لاتا ہے اور وہ وہی ہیں جن کو مسعودی نے وقواق دواشیرائیں کہا ہے۔ اس لئے کہ یہ جزیرہ آب و ہوا کے اعتبار سے زمین کا معتدل ترین خطہ ہے اور نور اعلیٰ کے اس پہ چمکنے کی استعداد کے لحاظ سے سب خطوں میں کامل ترین ہے اگرچہ یہ بات جمہور فلاسفہ اور کبار اطبا کی رائے کے خلاف ہے کیونکہ ان کا خیال ہے کہ آباد زمین کا معتدل ترین حصہ اقلیم رابع ہے۔ پس اگر انہوں نے یہ بات اس لئے کہی کہ ان کے نزدیک یہ متحقق ہے کہ موانع ارضیہ میں سے کسی مانع کے سبب

ہو۔ اگر میں اب تھوڑی دیر کے لئے ہمت افزائی اور اس طریق میں داخل ہونے کی ترغیب کی غرض سے اشارۃً کلام کروں تو میں تمہارے لئے حی ابن یقظان اور ابسال وسلمان کا قصہ بیان کروں گا جن کا شیخ بو علی نے نام لیا ہے پس ان کے قصہ میں اہلِ عقل کے لئے عبرت ہے اور اس شخص کے لئے نصیحت ہے جو صاحب دل ہو یا کان لگا کر حضورِ قلب سے بات کو سنتا ہو"[1]

---

[1] آخری جملہ قرآن مجید سے ماخوذ ہے اور سورۂ قاف کی سینتیسویں آیت ہے۔ یہ ابن طفیل کا خاص طرز ہے کہ اپنی عبارت میں قرآن کریم یا حدیث نبوی کے فقروں کو اس طرح سمو دیتے ہیں کہ تسلسل میں فرق نہیں آنے پاتا۔

جیساکہ گرم اجسام کا مس دوسرے اجسام کو گرم کردیتا ہے۔
کیونکہ سورج فی نفسہ گرم نہیں ہے اور نہ زمین گرم ہوتی ہے
حرکت سے کیونکہ وہ ساکن ہے اور ایک سی حالت میں ہوتی
ہے سورج کے اس پر طلوع ہونے کے وقت اور اس سے
چھپنے کے وقت۔ لیکن ان دونوں وقتوں میں گرمی اور سردی
کے بارے میں اس کے احوال ہماری حس کے لئے ظاہر طور
پر مختلف ہوتے ہیں۔ یہ بھی نہیں ہے کہ سورج اوّل ہوا کو گرم
کرتا ہو اور پھر اس کے بعد ہوا کی گرمی کے توسط سے زمین
کو گرم کرتا ہو۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے اس لئے کہ ہم یہ
دیکھتے ہیں کہ وہ ہوا جو زمین سے قریب ہوتی ہے اس ہوا سے
جو کہ اس سے اونچائی کی وجہ سے دور ہوتی ہے، زیادہ گرم
ہوتی ہے۔ پس یہی صورت باقی رہتی ہے کہ سورج کا زمین
کو گرم کرنا روشنی کے ذریعہ ہی سے ہو سکتا ہے کسی دوسرے
طور پر نہیں۔ کیونکہ حرارت ہمیشہ روشنی کے پیچھے آتی ہے۔ یہاں
تک کہ جب آئینہ مقعر میں افراط سے روشنی پڑتی ہے تو جو کچھ
اس کے سامنے ہو اسے جلا دیتی ہے۔ اور یہ بات علوم تعلیمی
میں دلائل قطعی سے ثابت ہو چکی ہے کہ سورج کرہ کی شکل ہے
اور زمین بھی ایسی ہی ہے اور یہ کہ سورج زمین سے بہت
بڑا ہے۔ نیز یہ کہ زمین کا جو حصہ سورج سے ہمیشہ منور ہوتا ہے

خط استوا پر کوئی آبادی نہیں ہے تو اس لحاظ سے ان کا یہ کہنا کہ اقلیم رابع معتدل ترین خطۂ ارضی ہے معقولیت رکھتا ہے اور اگر ان کی مراد اس سے یہ ہو کہ خطِ استوا کے تمام حصے انتہائی گرم ہیں جیسا کہ ان میں سے اکثر نے صراحت کی ہے،" تو وہ غلط ہے اور اس کے خلاف دلیل قائم ہو چکی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ علوم طبیعیہ میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حرارت کے وجود میں آنے کا کوئی سبب نہیں ہے سوائے حرکت کے یا گرم اجسام کے مس کے اور روشنی کے۔ اور یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ سورج بذات خود گرم نہیں ہے اور نہ ان امور مزاجیہ (یعنی گرمی، سردی خشکی اور تری) میں سے کسی کی کیفیت قبول کرتا ہے۔ اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی ہے کہ ایسے اجسام جو روشنی کے قبول کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتے ہیں وہ قلعی دار اور غیر شفاف اجسام ہوتے ہیں اور ان کے بعد کثیف اور بے قلعی اجسام کا نمبر ہے۔ پس ایسے اجسام شفاف جن میں کہ کوئی کثافت نہیں ہوتی وہ روشنی کو کسی صورت قبول نہیں کرتے۔ اور یہ وہ بات ہے جس پر صرف شیخ بوعلی نے دلیل قائم کی ہے اور اس سے پہلے متقدمین میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا۔ اگر یہ مقدمات صحیح اور مکمل ہیں تو ان سے یہ بات لازم آتی ہے کہ سورج زمین کو گرم نہیں کرتا

میں داخل ہونے کے وقت۔ اور وہ پورے سال میں چھ مہینے ان کے جنوب میں ہوتا ہے اور چھ مہینے ان کے شمال میں اس لئے نہ ان کے یہاں شدید گرمی ہوتی ہے اور نہ شدید سردی۔ اور اس سبب سے اس جگہ کے احوال یکساں ہوتے ہیں۔ اور یہ قول اس سے زیادہ تفصیل کا محتاج ہے جو اس مقصد کے لئے جس کی راہ پر ہم چل رہے مناسب نہیں ہے۔

ہم نے تم کو اس سے صرف اس لئے آگاہ کیا ہے کہ یہ وہ امور ہیں جو اس بات کی صحت پر شاہد ہیں جس کا ذکر کیا گیا یعنی اس زمین میں انسان کے بغیر ماں باپ کے پیدا ہونے کے جواز کے بارے میں۔ اب لوگوں میں سے ایک گروہ ایسا ہے جس نے کہ قطعی طور پر حکم لگا دیا اور پورے یقین کے ساتھ فیصلہ دیدیا کہ حی ابن یقظان ان لوگوں میں سے ایک ہے جو اس زمین میں بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہو گئے۔ اور ایک گروہ ایسا ہے جس نے اس کا انکار کیا اور اس نے حی ابن یقظان کے بارے میں ایک قصہ بیان کیا جسے ہم تمہیں سناتے ہیں۔

(۲)

حی ابن یقظان کی پیدائش کا عام فہم نظریہ

دوسرے گروہ کا بیان ہے کہ اس جزیرہ کے سامنے ایک اور بڑا

وہ نصف سے بڑا ہے۔ اور ہر زمانہ میں زمین کے نصف منور حصہ کا وہ جز جہاں روشنی سب سے زیادہ تیز پڑتی ہے اس کا وسط ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اس تاریکی سے جو دائرہ کے محیط کے پاس ہوتی ہے سب سے زیادہ دور ہوتا ہے نیز اس لئے کہ وہ سورج کے ایک بڑے حصہ کے مقابل ہوتا ہے۔ اور جو حصہ محیط کے قریب ہوتا ہے وہاں سب سے کم روشنی ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ اس ظلمت پر ختم ہوتا ہے جو محیط دائرہ کے قریب ہے وہ محیط جس کا محل ارضی کبھی منور نہیں ہوا۔ اور کوئی جگہ دائرہ نور کا وسط اس وقت ہوتی ہے جب کہ سورج اس کے رہنے والوں کے سر کے اوپر ہوتا ہے اور اس وقت اس جگہ سب سے زیادہ حرارت ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی جگہ ایسی ہوتی ہے جس میں کہ سورج وہاں کے رہنے والوں کے سروں کی سمت سے دور ہوتا ہے تو وہ جگہ سب سے شدید ٹھنڈی ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی جگہ ایسی ہو جس میں کہ سورج کا سیدھا ہونا ہمیشہ ہو تو وہاں سخت گرمی ہوگی۔

اب علم ہیئت میں یہ بات ثابت ہے کہ زمین کا وہ حصہ جو خط استوا پر واقع ہے سورج وہاں کے رہنے والوں کے سر پر سیدھا نہیں ہوتا سوائے سال میں دو مرتبہ کے۔ ایک تو اس کے راس الحمل میں داخل ہونے کے وقت اور دوسرے راس المیزان

ذکر چیز نہ تھا۔ اور تو نے اسے رحم کی تاریکیوں میں رزق پہنچایا اور تو نے اس کی کفالت کی یہاں تک کہ وہ مکمل اور موزوں ہو گیا۔ اور میں نے اسے تیرے کرم کے حوالہ کر دیا اور مجھے اس کے لئے اس ظالم سرکش اور مخالف بادشاہ کے خوف سے تیرے فضل کی امید ہے۔ پس تو اس کا مددگار رہنا اور اسے چھوڑ نہ دینا اے سب رحم کرنے والوں سے بڑے رحم کرنے والے"۔

پھر اس نے اسے سمندر میں ڈال دیا۔ پس پانی کا ریلا بڑا ؤ کی قوت کے ساتھ اس سے ٹکرایا اور اسی رات اُسے بہا کر دوسرے جزیرے کے ساحل تک لے گیا جس کا پہلے ذکر گذر چکا ہے۔ اور مدیوں تو دور تک خشکی میں پہنچا کرتا تھا مگر اس جگہ ایک سال کے بعد پہنچتا تھا پس پانی نے اپنی قوت سے اس کو ایک جھاڑی میں داخل کر دیا جس کے درخت آپس میں گتھے ہوئے تھے اور جس کی زمین خوشگوار تھی۔ وہ جگہ ہواؤں اور پانی سے محفوظ تھی اور سورج سے آڑ میں تھی۔ جب سورج طلوع ہوتا تھا تو اس سے بچکر گذرتا تھا اور جب غروب ہوتا تھا تو اس سے دور جھک جاتا تھا۔ پھر پانی گھٹنے لگا اور اس تابوت کو جس میں بچہ تھا چھوڑ کر پیچھے ہٹنے لگا۔ اور تابوت اس جگہ رہ گیا اور ہواؤں کے چلنے کی وجہ سے ریت اوپر اُٹھی

جزیرہ تھا کافی وسیع اور فوائد سے بھرا ہوا اور لوگوں سے آباد۔ اس پر ان میں سے ایک ایسا شخص حکومت کرتا تھا جو انتہائی متکبر اور غیور تھا۔ اس کی ایک بہن تھی صاحبِ جمال اور روشن حسن والی۔ پس اس نے اسے روک رکھا اور شادی سے مانع ہوا کیونکہ اسے اس کے لئے کوئی ہم رتبہ شخص نہیں ملا۔ اور اس کا ایک قریبی رشتہ دار تھا جس کا نام تھا یقظان۔ پس یقظان نے اس سے خفیہ طور پر شادی کر لی ایسے طریقہ پر جو ان کے زمانہ کے مشہور مذہب کی رو سے جائز تھا۔ پھر وہ اس سے حاملہ ہوئی اور اس کے ایک بچہ پیدا ہوا۔ پس جب اسے خوف ہوا کہ کہیں اس کا یہ معاملہ کھل نہ جائے اور اس کا راز فاش نہ ہو جائے تو اس نے بچہ کو ایک تابوت میں رکھا اور اسے مضبوطی سے باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے اسے خوب دودھ پلا کر سیر کر دیا اور اسے شروع رات میں، اپنے خدام اور قابل اعتماد لوگوں کے ایک گروہ کے ساتھ لے کر سمندر کے ساحل کی طرف نکلی۔ اور اس کا حال یہ تھا کہ اس کا قلب محبت میں اور بچہ کو نقصان پہنچ جانے کے خوف سے جل رہا تھا۔ پھر اس کے بعد اس نے اسے وداع کیا اور کہا۔

"اے اللہ تو نے اس بچہ کو پیدا کیا جب کہ یہ کوئی قابل

بعد ہم بیان کریں گے کہ کیسے اس کی پرورش ہوئی اور کیسے وہ مختلف احوال سے گزرتا رہا یہاں تک کہ درجۂ کمال کو پہنچ گیا۔

(۳)

حی ابن یقظان کے بغیر ماں باپ کے پیدا ہونے کی تفصیلات

لیکن وہ لوگ جن کا خیال ہے کہ وہ زمین سے پیدا ہوا ان کا بیان ہے کہ اس جزیرہ کی زمین میں ایک نشیبی حصہ ایسا تھا جس میں برسوں اور سالوں کے گذرنے پر مٹی میں خمیر اُٹھ آیا یہاں تک کہ اس میں سرد اور گرم، اور خشک اور تر کا ایسا امتزاج ہوا جس نے کہ ان کی صلاحیتوں میں ایک اعتدال اور توازن پیدا کر دیا۔ اور یہ خمیر اٹھی ہوئی مٹی بہت بڑی مقدار میں تھی اور اس کے بعض حصے مزاج کے اعتدال اور مرکب بننے کی استعداد میں بعض سے افضل تھے۔ اور اس کا وسط سب سے زیادہ معتدل تھا اور انسان کے مزاج کے سب سے زیادہ مشابہ تھا۔ اس مٹی میں ایک ہیجان پیدا ہوا اور اس کے شدت سے چیپدار ہونے کی وجہ سے اس میں جوش کھاتے ہوئے بلبلے جیسی چیز پیدا ہوئی۔ اور اس کے بیچ میں ایک چیپدار مادہ پیدا ہوا اور ایک بہت ہی چھوٹا سا بلبلا پیدا ہوا جو دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ ان کے درمیان ایک بہت ہی باریک پردہ تھا۔ اور یہ بلبلا ایک

اور پھر ایک جگہ جمع ہوگئی یہاں تک کہ اس نے تابوت پر جھاڑی
کے دروازہ کو بند کر دیا اور اس جھاڑی کی طرف پانی کے داخل
ہونے کے راستہ پر بند لگا دیا۔ پس نہ اس تک پہنچ نہ پاتا تھا
پانی نے جب تابوت کو جھاڑی میں پھینکا تھا تو اس کی کیلیں
نکل گئی تھیں اور اس کے تختے بکھر گئے تھے۔ جب اس لڑکے
کو شدید بھوک لگی تو وہ رویا اور فریاد کی۔ تو اس کی آواز ایک
ہرنی کے کان میں پڑی جس کا بچہ جاتا رہا تھا۔ وہ بچہ جب اپنے
گھر سے نکلا تھا تو عقاب نے اسے اُچک لیا تھا۔ جب ہرنی نے
آواز سنی تو اس پر اپنے بچہ کا گمان کیا پس اس نے آواز کا
تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ تابوت تک پہنچ گئی۔ اور اس نے
اسے اپنے کھروں سے کریدا ایسی حالت میں کہ وہ بچہ اس
کے اندر رو رہا تھا۔ یہاں تک کہ تابوت کے اوپر سے ایک
تختہ کھل گیا۔ پس ہرنی کے دل میں اس کے لئے مامتا اور محبت
کا جوش پیدا ہوا اور اس نے اپنے تھن اس کے منہ میں
دیدیئے۔ اور اسے پیٹ بھر کے خوش ذائقہ دودھ پلایا۔
اور اس کی مسلسل نگرانی کرتی رہی اور اس کی پرورش کرتی
رہی اور اسے ہر قسم کے نقصان سے بچاتی رہی۔ یہ ان لوگوں
کے نزدیک اس بچہ کے آغاز کی سرگزشت ہے جو اس کی
بے ماں باپ کے پیدائش کا انکار کرتے ہیں۔ اور اس کے

میں سے بعض ایسی ہیں جن میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ انواع نباتات ہیں جو اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس اثر کو ظاہر کرتی ہیں۔ اور یہ ان اجسام کثیف کی مانند ہیں جن کا پہلی مثال میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان میں سے بعض ایسی ہیں جن میں اس کا اثر بہت زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور یہ انواع حیوان ہیں اور یہ ان قلعی دار اجسام کی مانند ہیں جن کا پہلی مثال میں ذکر آیا ہے اور ان قلعی دار اجسام میں بعض ایسے ہیں جو سورج کی روشنی کی قبولیت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں اور جو سورج کی صورت اور اس کی مثال کی مشابہت رکھتے ہیں۔ اور اسی طرح حیوانوں میں بعض ایسے ہیں جو کہ اپنی شدت قبولیت روح میں بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ اس سے مشابہ ہو جاتے ہیں اور اس کی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور وہ صرف انسان ہے۔ اور اسی طرف رسول اللہ صلعم کے اس قول کا اشارہ ہے: ان اللہ خلق آدم علی صورتہ (بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پہ پیدا کیا) پس اگر ان میں یہ صورت مستحکم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ساری صورتیں اس کے حق میں ضم ہو جاتی ہیں اور صرف یہی باقی رہ جاتی ہے اور اس کے نور کی کرنیں ساری چیزوں کو جن پر وہ پڑتی ہیں جلا ڈالتی ہیں تو پھر وہ اس آئینہ کی طرح ہو جاتی ہے جو اپنے آپ پر روشنی کا انعکاس کرتا ہے اور اپنے سوا اور چیزوں کو جلا دیتا ہے۔ اور

بہت ہی لطیف ہوائی جسم سے بھرا ہوا تھا جو اس کے مناسب حال انتہائی اعتدال رکھتا تھا۔ پھر اس موقع پر اس کے ساتھ روح جو کہ ایک امر الٰہی ہے، متعلق ہوگئی اور اس کے ساتھ اس طرح گندھ گئی کہ اس سے اس کا انفصال احساساً اور عقلاً مشکل ہوگیا۔ کیونکہ جیسا کہ ظاہر ہے یہ روح دائم الفیضان ہے اللہ عزوجل کی طرف سے اور وہ سورج کی روشنی کی طرح ہے جو مسلسل عالم پر جاری ہے۔ اب جسموں میں بعض ایسے ہیں جو اس سے روشن نہیں ہوتے جیسے انتہائی شفاف ہوا۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو کچھ حد تک روشن ہوتے ہیں جیسے کثیف اور بے قلعی اجسام اور یہ روشنی قبول کرنے کی صلاحیت میں مختلف ہوتے ہیں اور اس اختلاف کے مطابق ان کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو بہت زیادہ منور ہوتے ہیں جیسے قلعی دار اجسام مثلاً آئینہ اور اسی قسم کی دوسری چیزیں۔ پس جب یہ آئینہ ایک مخصوص شکل پر مقعر ہوتا ہے تو اس میں روشنی کی کثرت کی وجہ سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح روح ہے جو امر الٰہی ہے۔ اس کا فیضان ہمیشہ تمام موجودات پر جاری ہے۔ ان میں سے بعض موجودات ایسی ہیں جن میں عدم استعداد کی وجہ سے اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ مثلاً بے جان جمادات۔ اور وہ اس ہوا کی مانند ہیں جس کا پہلی مثال میں ذکر ہوا۔ اور ان

مقابل ایک تیسرا بلبلا پیدا ہوا جو جسم ہوائی سے بھرا ہوا تھا جو دونوں اوّل جسموں سے زیادہ غلیظ تھا اور اس قرارہ میں کچھ قوتیں قائم ہوگئیں جو اس کی مطیع و محکوم تھیں اور اس کی حفاظت اور نگرانی پر مقرر کی گئی تھیں۔ پس یہ تینوں قرارے سب سے پہلے اس بڑی خمیر اٹھی ہوئی مٹی سے اسی ترتیب کے ساتھ پیدا ہوئے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور ان میں سے بعض بعض کا محتاج تھا۔ یعنی پہلا قرارہ آخری دو کی خدمت گذاری اور فرمانبرداری کا محتاج تھا اور آخر دونوں پہلے کے محتاج تھے جیسے کہ ماتحت سردار کا اور محکوم حاکم کا محتاج ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں قرارے بعد کو پیدا ہونے والے اعضا کے حاکم تھے نہ کہ محکوم۔ اور ان دونوں میں سے ایک یعنی دوسرا تیسرے کے مقابلہ میں زیادہ اختیارات والا تھا۔ پس ان دونوں میں جو پہلا تھا جب اس کے ساتھ روح کا تعلق ہوگیا اور اس کی گرمی جوش مارنے لگی تو اس نے صنوبری آگ کی شکل اختیار کر لی۔ اور وہ غلیظ جسم جو اسے چاروں طرف سے ڈھکے ہوئے تھا اس نے بھی اسی کی شکل اختیار کر لی۔ اور ایک سخت گوشت پیدا ہوگیا اور اس پر ایک موٹی جھلی بن گئی جو اس کی حفاظت کرتی تھی۔ اور یہ پورا عضو وہ ہے جو قلب کہلاتا ہے۔ اور حرارت کے اثرات یعنی تحلیل و فنائے رطوبات کی وجہ سے قلب ایک ایسی چیز کا

یہ درجہ صرف انبیا ہی کو حاصل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی
رحمت بھیجے۔ اور یہ ساری باتیں اپنے مناسب مقام
پر بیان ہوئی ہیں۔ پس چاہیے کہ تم ان ساری باتوں کی طرف
رجوع کرو جن کو لوگوں نے اخلاق الٰہی سے مشابہت پیدا کرنے
کے بارے میں بیان کیا ہے۔

غرض لوگوں نے کہا جب یہ روح اس قرارہ کے ساتھ متعلق
ہوگئی تو ساری قوتیں اس کی مطیع ہوگئیں اور اس کے سامنے
جھک گئیں اور اپنے کمال میں حکم الٰہی سے اس کی مسخر ہوگئیں۔
پھر اس کے بعد اس قرارہ کے سامنے ایک دوسرا بلبلا پیدا ہوا
جو تین قراروں میں منقسم ہوگیا۔ ان کے درمیان بہت ہی
باریک پردے تھے اور آرپار راہیں تھیں اور وہ ویسے ہی ہوائی
جسم سے بھرے ہوئے تھے جس سے کہ قرارہ اوّل بھرا ہوا تھا۔
صرف اتنا فرق تھا کہ وہ پہلے سے زیادہ لطیف تھا۔ اور ان تین
خانوں میں جو ایک سے منقسم ہوکر تین ہوئے تھے قوتوں کا
ایک گروہ قائم ہوگیا جو اس کا مطیع و محکوم ہوگیا۔ اور ان قوتوں
کے سپرد روح کی حفاظت اور نگرانی کا انتظام کر دیا گیا۔ اور یہ
کہ جو کچھ اس میں واقع ہو خواہ وہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی اسے روح
اوّل یعنی وہ روح جو قرارہ اول سے متعلق تھی اس تک پہنچائیں۔
اور اس قرارہ کے سامنے' دوسرے قرارے کے بالکل

نے کوئی چیز بھی بیان کرنے سے نہیں چھوڑی یہاں تک کہ اس کی خلقت مکمل ہو گئی، اس کے اعضا پورے ہو گئے اور وہ حد آ گئی جب کہ بچہ پیٹ سے خارج ہوتا ہے۔ اور اس کے مکمل ہونے کے بیان میں انہوں نے اس بڑی خمیر اٹھی ہوئی مٹی سے امداد لی۔ اور اس سے کہ وہ اس حد تک تیار ہو گئی تھی کہ اس میں ہر وہ چیز جس کی انسان کی تخلیق میں ضرورت پڑتی ہے پیدا ہو جائے۔ مثلاً وہ تمام کھالیں جو اس کے پورے بدن کو ڈھک لیتی ہیں اور ان کے علاوہ دوسری چیزیں۔ پس جب وہ مکمل ہو گیا تو اس چیز کے سبب جو دردزہ سے مشابہ تھی اس سے یہ پردے پھٹ گئے اور باقی مٹی بھی پھٹ گئی کیونکہ وہ خشک ہو گئی تھی۔ اب اس بچہ نے اپنی غذا کے ذخیرہ کے ختم ہونے پر اور بھوک کی شدت کے سبب فریاد کی تو اس کو ایک ہرنی نے جس کا بچہ جاتا رہا تھا لبیک کہا۔ پھر اس کے بعد بچہ کی پرورش کے بارے میں اس گروہ اور دوسرے گروہ کے بیان یکساں ہو جاتے ہیں۔

(۴)

حی ابن یقظان کی ابتدائی نشو و نما

اب ان دونوں گروہوں کا بیان ہے کہ وہ ہرنی جس نے کہ اس کی کفالت کی تھی وہ اتفاق

محتاج ہوا جو اس کو مدد اور غذا دے اور جو چیز اس سے تحلیل ہو کر نکل جاتی ہے اس کی جگہ ہمیشہ پوری کرتی رہے ورنہ اس کی بقا ممکن نہیں۔ اور وہ اس کا بھی محتاج ہوا کہ ان چیزوں کا جو اس کے لئے مفید یا مضر ہوں پتہ چلاتا رہے تاکہ جو چیزیں اس کے لئے مفید ہوں وہ انہیں جذب کرے اور جو چیز اس کے مخالف ہو اسے دور کرتا رہے۔ پس ایک عضو اپنی قوتوں کی وجہ سے جن کی اصل اسی سے تھی اس کی ایک حاجت کا اس کے لئے کفیل ہو گیا اور دوسرا عضو اپنی قوتوں کی وجہ سے اس کے لئے دوسری حاجت کا کفیل بن گیا۔ جو حس کا کفیل ہوا وہ دماغ ہے۔ اور جو غذا کا کفیل ہوا وہ جگر ہے۔ اور ان دونوں میں سے ہر ایک اس بات میں قلب کا محتاج ہے کہ وہ ان دونوں کو اپنی حرارت سے امداد پہنچاتا رہے۔ اور ان قوتوں سے جو ان دونوں کے ساتھ مخصوص ہیں اور جن کی اصل قلب سے ہے۔ غرض اس وجہ سے جیسا کہ ضرورت کا تقاضا ہوا، ان دونوں کے درمیان بہت سے راستوں کا جال بچھ گیا جن میں کہ بعض بعض سے زیادہ وسیع تھے۔ پس شریانیں اور عروق بن گئے۔

پھر اس کے بعد وہ لوگ ساری پیدائش اور سارے اعضا کا بننا اسی انداز پر بیان کرتے ہیں جس طرح کہ طبیعی علوم والے رحم میں جنین کی خلقت کے بارے میں بتاتے ہیں۔ انہوں

دھوپ تیز ہوتی تو اس پر سایہ کرتی اور جب اسے سردی لگتی تو اسے گرمی پہنچاتی تھی۔ اور جب رات چھا جاتی تو وہ اسے اس کی پہلی جگہ پر لوٹا لاتی اور خود اپنے بدن سے اور ان پروں سے اسے ڈھکتی جو ان پروں میں سے وہاں باقی رہ گئے تھے جن سے تابوت پہلے بچہ کے رکھے جانے کے وقت بھرا گیا تھا۔

اور ان دونوں کے صبح کے نکلنے اور شام کے لوٹنے میں ایک گلہ صحرائی ان سے مانوس ہو گیا تھا جو ان کے ساتھ چرنے جایا کرتا تھا اور جہاں وہ رات گذارتے وہیں یہ بھی رات گذارتا۔ بچہ ہرنی کے ساتھ اسی حال میں دن گذارتا رہا۔ اپنی آواز سے اس کی آواز کی نقل کیا کرتا یہاں تک کہ دونوں میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ اور اسی طرح وہ مختلف قسم کی چڑیوں اور دوسرے انواع حیوانات کی جو آوازیں سنتا ان سب کی مکمل نقل کیا کرتا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس میں ہر اس چیز کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت تھی جس کا وہ ارادہ کرتا۔ اور اس کا نقل اتارنا اکثر ہرنوں کی آوازوں کا ہوتا وہ آوازیں جنہیں وہ مدد چاہنے میں اظہار محبت میں، قریب بلانے میں یا دور ہٹانے میں نکالا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان مختلف احوال کے لئے جانوروں کی مختلف آوازیں ہوا کرتی ہیں۔ پس جنگلی جانور اس سے مانوس ہو گئے اور وہ ان سے مانوس ہو گیا۔ نہ وہ اس سے وحشت کرتے تھے اور نہ یہ

سے ایک سبزہ زار میں جو ایک بڑی زرخیز چراگاہ تھی پہنچ گئی۔
پھر اس کا گوشت بھر آیا اور اس کا دودھ زیادہ ہو گیا جس
کی وجہ سے وہ بچہ کی غذا کا بہترین انتظام کر سکی۔ اور وہ اس
سے سوائے چرنے کی ضرورت کے کبھی الگ نہ ہوتی تھی۔
اور بچہ اس ہرنی سے بہت مانوس ہو گیا یہاں تک کہ ایسا
ہو گیا کہ جب کبھی اسے دیر ہو جاتی تو وہ زور زور سے رونے
لگتا۔ تو وہ تیزی سے دوڑ کر اس کے پاس آجاتی۔ اور اس
جزیرے میں کوئی خونخوار درندے نہ تھے۔ پس وہ بچہ بڑھتا رہا
اور نشوونما پاتا رہا اور اس ہرنی کے دودھ سے غذا حاصل کرتا
رہا۔ یہاں تک کہ وہ پورے دو سال کا ہو گیا اور وہ آہستہ
آہستہ چلنے لگا اور اس کے آگے کے دانت نکل آئے۔ پھر وہ
ہرنی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اور وہ اس کے ساتھ رحم اور شفقت
سے پیش آتی تھی۔ اور اسے ایسی جگہوں میں لئے پھرتی تھی
جہاں پھلدار درخت ہوتے۔ اور جو پکے ہوئے میٹھے پھل ان
درختوں میں سے گرا کرتے انہیں اسے کھلایا کرتی۔ ان پھلوں
میں سے جن کے چھلکے سخت ہوتے انہیں اس کے لئے اپنے
دانتوں سے توڑ دیا کرتی تھی۔ اور جب وہ دودھ کی طرف
رجوع کرتا تو اسے بھرپیٹ دودھ پلا دیا کرتی تھی۔ اور جب
اسے پیاس لگتی تو اسے پانی کے گھاٹ پر لیجاتی تھی۔ جب

کہ اس کا سبب کیا ہے۔ تب وہ ان جانوروں کو دیکھتا جن
میں کوئی مرض یا جن کی خلقت میں کوئی نقص ہوتا۔ جب ان میں
اپنی مشابہت نہ پاتا تو غمگین ہو جاتا۔ اور وہ فضلوں کے مخارج
کی طرف دیکھتا تو انہیں سارے جانوروں میں چھپا ہوا پاتا۔
ان میں سے جو زیادہ غلیظ فضلوں کے مخرج ہوتے انہیں وہ دُم
سے چھپا ہوا پاتا اور جو پتلے فضلے کے ہوتے انہیں بالوں سے
یا ان کی مثل چیزوں سے چھپا ہوا پاتا۔ اس کے علاوہ اس نے
دیکھا کہ ان کے اعضائے تناسل اس کے مقابلہ میں زیادہ چھپے
ہوئے تھے۔ تو یہ ساری باتیں اسے رنجیدہ بناتیں اور تکلیف پہنچاتیں
جب وہ عرصہ تک ان سب باتوں میں غم کرتا رہا اور وہ
تقریباً سات سال کا ہوگیا اور وہ اس سے ناامید ہوگیا کہ اس
میں جو نقص رہ گئے تھے وہ پورے ہو جائیں تو اس نے درختوں
کے چوڑے پتوں میں سے کچھ کو لیا۔ اور کچھ کو پیچھے باندھا اور کچھ
کو آگے رکھا۔ اور اس نے کھجور کے پتوں اور حلفہ سے ایک
پیٹی جیسی چیز اپنی کمر پر باندھنے کے لئے بنائی۔ اور اس سے
ان پتوں کو لٹکا لیا۔ کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ یہ پتے مرجھا کر
سوکھ گئے اور اس سے گر پڑے۔ پس وہ ان کے علاوہ اور
پتے لیتا تھا اور بعض کو بعض سے جوڑ کر کئی کئی تہیں بنا لیتا تھا۔
جس سے اکثر وہ دیرپا ہو جاتے مگر پھر بھی زیادہ عرصہ نہ چلتے

ان سے وحشت کرتا تھا۔

جب اس کے دل میں اشیاء کی صورت ان کے مشاہدے سے چھپ جانے کے بعد بیٹھ گئی تو اس کے اندر ان میں سے بعض کی طرف شوق پیدا ہوا اور بعض سے کراہیت پیدا ہوئی۔ اور اس عرصہ میں وہ سارے جانوروں پر نظر ڈالتا رہا۔ تو انہیں وہ اون، بال اور مختلف قسم کے پروں سے ڈھکا ہوا دیکھتا اور ان کی تیز دوڑ سخت گرفت، اور وہ اسلحہ جو ان جانوروں سے ان کی مدافعت کے لئے بنائے گئے تھے جو ان سے جنگ کرتے مثلاً سینگ، دانت، کھُر، پنجے اور کانٹے ان سب کو دیکھتا۔ پھر وہ اپنے آپ پر نظر کرتا تو اپنی عریانی، بے ہتھیار ہونا، سست رفتاری، اور کمزوری کو دیکھتا تھا۔ جب جنگلی جانور اس سے پھلوں کے کھانے پر لڑتے اور اس سے چھین کر اپنے لئے حاصل کر لیتے اور اس پر غالب آجاتے تو وہ اپنی مدافعت کی استطاعت نہیں رکھتا تھا۔ اور نہ وہ ان میں سے کسی سے بھاگ پاتا تھا۔ اور وہ ہرنوں کے بچوں میں سے اپنے ان ساتھیوں کو دیکھتا تھا کہ ان کے سینگ نہیں تھے اور بعد کو نکل آئے اور وہ شروع میں دوڑنے میں کمزور ہوتے اور بعد کو تیز ہو جاتے اور وہ اپنی ذات میں ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں دیکھتا تھا۔ پس وہ اس معاملہ میں سوچنے لگا اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا

ایک مردہ گدھ پر گذرا۔ تو اس سے اس کے دل میں اپنی امید کے بر آنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس نے موقع کو غنیمت سمجھا چونکہ اس نے جنگلی جانوروں کو اس سے بھاگتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اس لئے وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کے دونوں بازوؤں کو اور اس کی دُم کو پورے کا پورا بجنسہٖ قطع کر لیا اور اس کے پروں کو کھولا اور ان کو ہموار کیا اور اس کی پوری کھال علٰحدہ کر لی اور اس کو دو ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ ایک کو اپنے پیچھے باندھا اور دوسرے کو اپنی ناف پر اور اس کے نچلے حصہ پر باندھا۔ اور دُم کو اپنے پیچھے لٹکا لیا۔ اور اس کے دونوں بازوؤں کو دونوں شانوں سے لٹکا لیا۔ اس ترکیب سے اس کو ستر پوشی اور گرمی حاصل ہوئی۔ اور سارے جانوروں کے دل میں اُس کی ہیبت بیٹھ گئی یہاں تک کہ وہ نہ اس سے لڑتے تھے اور نہ کوئی تعارض کرتے تھے اب ہرنی کے سوا جس نے اسے دودھ پلایا تھا اور اس کی پرورش کی تھی کوئی چیز اس کے قریب نہیں آتی تھی۔ کیونکہ ہرنی نے اس کو چھوڑا نہیں تھا اور نہ اس نے ہرنی کو چھوڑا تھا

اور اس نے درختوں کی ڈالیوں سے لاٹھیاں بنا لیں۔ ان کے کنارے ہموار کر لیتا اور ان کو سیدھا کر لیتا اور ان سے جنگلی جانوروں کو جو اس سے لڑتے بھگا دیتا۔ وہ ان میں سے کمزور و پر حملہ آور ہوتا اور ان میں سے طاقتوروں کا مقابلہ کرتا۔ اس طرح اس کے دل میں کسی قدر اپنی عزت بڑھ گئی اور اس نے جان لیا کہ اس کے ہاتھوں کو دوسرے جانوروں کے ہاتھوں پر بڑی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ انہیں کے ذریعہ اسے اپنے ستر کو چھپانے اور ان لاٹھیوں کے بنانے پر جن سے کہ وہ اپنی مدافعت کرتا قدرت حاصل ہوئی۔ اور اس طرح وہ دُم اور طبیعی ہتھیاروں سے جن کی وہ خواہش کیا کرتا تھا مستغنی ہو گیا۔ اور اس عرصہ میں وہ خوب بڑھ گیا اور سات سال سے آگے نکل گیا۔

ان پتوں کے بار بار بدلنے میں جن سے کہ وہ اپنے ستر کو ڈھانپا کرتا تھا اسے مشقت اٹھاتے اٹھاتے ایک طویل عرصہ ہو گیا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ مرے ہوئے جانوروں کی دموں میں سے کوئی دُم لیکر اپنے جسم پر لٹکا لے مگر وہ زندہ جنگلی جانوروں کو دیکھتا تھا کہ وہ اپنے مُردوں سے بچتے ہیں اور ان سے دور بھاگتے ہیں۔ اس لئے اسے اس فعل کے اقدام کی ہمت حاصل نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وہ ایک دن

نہ ہوئی اور وہ اس کی استطاعت بھی نہ رکھتا تھا۔ جس نے اسے یہ راستے سجھائی تھی وہ وہ بات تھی جس کا کہ وہ اس سے پہلے اپنی ذات میں تجربہ کر چکا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ جب وہ اپنی دونوں آنکھوں کو بند کر لیتا یا کسی چیز کے ذریعہ انہیں ڈھک لیتا تو وہ اس وقت تک کوئی چیز نہ دیکھ پاتا جب تک کہ وہ روک دور نہ ہو جاتی۔ اسی طرح وہ دیکھتا تھا کہ جب وہ اپنی انگلیوں کو اپنے دونوں کانوں میں ڈال لیتا اور انہیں بند کر لیتا تو اسے اس وقت تک کوئی چیز سنائی نہ دیتی جب تک کہ وہ انہیں علیحدہ نہ کر لیتا۔ اور جب کبھی وہ اپنی ناک کو اپنے ہاتھ سے بند کر لیتا تو خوشبوؤں میں سے کسی چیز کو اس وقت تک نہ سونگھ پاتا جب تک کہ وہ اپنی ناک نہ کھول لیتا۔ اس بنا پر اسے یہ یقین ہو گیا کہ اس کو جو کچھ احساسات اور افعال حاصل تھے ان کے کچھ موانع ہوتے ہیں جو انہیں روک دیتے ہیں لیکن جب یہ موانع دور کر دئے جاتے ہیں تو افعال اپنی حالت پر لوٹ آتے ہیں۔ پھر اس نے ہرنی کے سارے کھلے ہوئے اعضا پر نظر کی لیکن ان میں کوئی ظاہری خرابی نہ پائی۔ اس کے باوجود وہ ایک فعل دیکھتا تھا جو اس پر چھا گیا تھا اور اس میں کسی خاص عضو کی خصوصیت نہ تھی۔

آخر اس کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ خرابی جس نے کہ

(۵)

ہرنی کی موت اور حی ابن یقظان کا اسباب موت پر غور کرنا

آخر ہرنی بوڑھی اور کمزور ہوگئی تو وہ اسے لیکر سرسبز چراگاہوں میں جایا کرتا اور اس کے لئے میٹھے پھل توڑ کر اسے کھلایا کرتا۔ لیکن کمزوری اور ضعف اس پر غالب ہوتا رہا اور مسلسل بڑھتا رہا یہاں تک کہ موت نے اسے آلیا۔ تو اس کی ساری حرکات رک گئیں اور اس کے تمام افعال معطل ہوگئے۔ جب حی نے اس کو اس حال میں دیکھا تو بہت بے چین ہوا اور قریب تھا کہ غم کے مارے اس کی جان نکل جائے۔ وہ اسے اسی آواز سے پکارنے لگا جس کو سُنکر وہ جواب دیا کرتی تھی۔ اپنی تمام طاقت سے وہ چیختا تھا لیکن اس کے باوجود اس میں کوئی حرکت اور تغیر نہ پاتا تھا۔ کبھی وہ اس کے دونوں کانوں اور دونوں آنکھوں کی طرف دیکھتا مگر ان میں کوئی ظاہری خرابی نہ پاتا۔ اسی طرح وہ اس کے سارے اعضا پر نظر کرتا اور ان میں سے کسی میں بھی کوئی خرابی نہ پاتا۔ آخر اس کی شدید خواہش ہوئی کہ وہ خرابی کی جگہ کو جان جائے اور اس خرابی کو اس سے دور کردے تاکہ وہ اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے۔ لیکن اس میں سے کوئی چیز اسے حاصل

احساس ہوتا۔ اس لئے کہ وہ اپنے سارے اعضا مثلاً ہاتھ، پاؤں کان، ناک، آنکھ، سر کے افعال کو روک سکتا تھا اور ان کے بغیر رہ سکتا تھا۔ اس سے یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ وہ ان سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ اپنے سر کے معاملہ میں بھی وہ اس بات کی قدرت رکھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ اس سے بھی بے نیاز ہو سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اس چیز پر جسے وہ اپنے سینہ میں پاتا تھا غور کرتا تو اسے اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی مستغنی ہونا حاصل نہ ہوتا تھا۔ اسی طرح جنگلی جانوروں سے لڑائی کے موقع پر وہ ان کے نوکدار سینگوں سے سب سے زیادہ اپنے سینہ ہی کا بچاؤ کرتا تھا۔ اس لئے کہ اسے اس چیز کا جو اس کے سینہ میں تھی شعور تھا۔ تو جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ عضو جس میں خرابی واقع ہوئی ہے وہ اس کے سینہ ہی میں ہے تو اس نے اس کے کھوج لگانے اور اس کی تفتیش کرنے کا فیصلہ کر لیا اس خیال سے کہ شاید وہ اسے پا لے اور اس کی خرابی کو دیکھ لے تو اسے دور کر دے۔ پھر اسے یہ خوف ہوا کہ کہیں اس کا یہ فعل بذات خود اس خرابی سے جو اس پر پہلے نازل ہوئی تھی زیادہ بڑی خرابی نہ پیدا کر دے اور کہیں اس کی یہ کوشش اس کے لئے نقصان دہ نہ ثابت ہو۔ پھر اس کے بعد اس نے سوچا کہ کیا جنگلی جانوروں میں سے یا

اسے آ لیا ہے وہ کسی پوشیدہ عضو میں ہے جو بدن کے اندرونی
حصہ میں واقع ہے۔ اور وہ ایسا عضو ہے جس کے فعل میں ان
اعضائے ظاہری میں سے کوئی چیز بے نیاز نہیں کرتی۔ جب
اس پر کوئی خرابی واقع ہوتی ہے تو مضرت عام ہو جاتی ہے اور
تعطل چھا جاتا ہے۔ اسے خواہش ہوئی کہ اگر وہ اس عضو سے
واقف ہو جائے اور جو خرابی اس پر واقع ہوئی ہے اسے
اس سے دور کر دے تو اس کے سارے احوال ٹھیک ہو جائینگے۔
اور سارے بدن پر اس کے نفع کا فیضان ہونے لگے گا اور افعال
اپنی پچھلی حالت پر لوٹ آئیں گے۔ اس نے اس سے پہلے جنگلی
جانوروں کی مردہ لاشوں میں اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں
میں مشاہدہ کیا تھا کہ سینہ، پیٹ اور کھوپڑی کے علاوہ ان کے
سارے اعضا ٹھوس ہوتے ہیں اور ان میں کھوکھلا پن نہیں
ہوتا۔ پس اس کے دل میں یہ بات آئی کہ وہ عضو جو ان
صفات کا حامل ہے ان تینوں جگہوں میں سے کسی سے باہر
نہیں ہو سکتا۔ اور اس کو گمانِ غالب ہوا کہ وہ ان تینوں جگہوں
میں سے درمیانی مقام میں ہے۔ اس لئے کہ یہ بات اس کے
دل میں جم گئی تھی کہ یہ سارے اعضا اس کے محتاج ہیں۔ لہذا
ضروری ہے کہ اس کا مسکن بیچ میں ہو۔ جب کبھی وہ اپنی ذات
کی طرف بھی دیکھتا تو اسے اپنے سینہ میں اس جیسے عضو کا

کمی کے باعث اور اس سبب سے کہ وہ صرف پتھریا بانس
ہی کے تھے اسے بڑی مشکل پیش آئی۔ اس نے دوبارہ نئے
اوزار لئے اور ان کو تیز کیا۔ اور پردے کے پھاڑنے میں بڑی
ہی ہوشیاری سے کام لیا یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا تو وہ پھیپھڑے
تک پہنچا۔ پہلے اس نے گمان کیا کہ وہ ہی اس کا مطلوب ہے۔
تو وہ اسے مسلسل الٹتا پلٹتا رہا اور خرابی کی جگہ ڈھونڈھتا رہا۔
اس نے پہلی بار اس کا صرف نصف حصہ پایا تھا جو ایک کنارے
پر تھا۔ اور اس نے اس کو ایک ہی جانب جھکا ہوا دیکھا۔ لیکن
اسے پہلے سے یقین تھا کہ وہ عضو بدن کی چوڑائی کی طرف
سے بھی اور لمبائی کی طرف سے بھی بیچ ہی میں ہوگا۔ پس وہ
سینہ کے وسط میں مسلسل تلاش کرتا رہا یہاں تک کہ اس
نے قلب کو پا لیا۔ اور وہ بہت مضبوط پردے سے ڈھکا
ہوا تھا اور بہت مضبوط ڈوریوں سے بندھا ہوا تھا پھیپھڑا اس
کے اس کنارے سے جس سے کہ اس نے چیرنا شروع کیا تھا
لگا ہوا تھا۔ اس نے اپنے دل میں کہا کہ "اگر اس عضو کی دوسری
سمت میں بھی ایسا ہی ہے جیسا اس سمت میں ہے تو وہ حقیقتاً
وسط میں ہوگا اور بلاشبہ وہی میرا مطلوب ہے۔ بالخصوص
ایسی صورت میں جبکہ میں اس کے حسن وضع اور جمال شکل
کو اور اس کے گٹھے ہوئے ہونے اور گوشت کی مضبوطی کو

ان کے علاوہ کسی اور کو اس نے ایسا دیکھا ہے کہ وہ اس جیسی حالت میں پڑگیا ہو پھر اپنے اوّل حال کی طرف لوٹ جائے لیکن اس نے ایسی کوئی چیز نہیں پائی۔ تو اس بنا پر اس نے خیال کیا کہ اگر وہ اسے چھوڑ دے تو اس کی پہلی حالت پر لوٹ آنے کی کوئی امید نہیں۔ لیکن اگر وہ اس عضو کو پالے اور اس خرابی کو اس سے دور کر دے تو اسے اس کی پہلی حالت پر لوٹ جانے کی کچھ امید تھی۔ اس لئے اس نے اس کے سینہ کو چیرنے اور جو کچھ اس میں تھا اس کی تفتیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔

(۶)

روح حیوانی کی دریافت

اس نے سخت پتھر کے ٹکڑوں اور سوکھے ہوئے بانس کی پھڑوں سے چھری جیسی چیزیں بنا لیں اور ان کی مدد سے اس کی پسلیوں کے بیچ میں شگاف کیا۔ اور اس نے پسلیوں کے درمیان کا گوشت کاٹا اور اس پردہ تک پہنچ گیا جو پسلیوں کے نیچے ہوتا ہے۔ تو اسے مضبوط پایا۔ اس سے اس کا یہ ظن پختہ ہو گیا کہ اس جیسا حجاب اس جیسے عضو کے علاوہ کسی اور چیز کے لئے نہیں ہو سکتا۔ پس اس کو خواہش ہوئی کہ وہ اس پردہ کو چاک کرے اور اپنے محبوب کو پالے تو اس نے اس کو پھاڑنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن اوزاروں کی

مطلوب کا ٹھکانا ان دونوں گھروں میں سے کسی ایک سے باہر نہ ہوگا۔ پھر اس نے سوچا۔

"مگر یہ داہنا گھر تو ایسا ہے کہ میں اس میں اس بندھے ہوئے خون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس وقت تک نہیں جمتا جب تک کہ پورا جسم اسی حال پر نہ آجائے۔"

اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے دیکھا تھا کہ جب خون بہہ نکلتا ہے تو گاڑھا ہو جاتا ہے اور جم جاتا ہے! وہ اس نے سوچا:

"یہ خون دوسرے سارے خون کی طرح ہے۔ اور میں اس خون کو سارے اعضا میں موجود پاتا ہوں۔ اس میں کسی عضو کی خصوصیت نہیں ہے۔ اور میرا مقصود کوئی شے اس صفت کی نہیں ہے۔ بلکہ میرا مطلوب وہ شے ہے جو صرف اسی جگہ سے مخصوص ہو اور جس سے میں ایک لمحہ کے لئے بھی مستغنی نہیں ہو سکتا۔ شروع سے اسی کی مجھے تلاش ہے۔ رہا یہ خون تو بہت سی بار جنگلی جانوروں نے مجھے لڑائی میں زخمی کیا ہے اور یہ خون مجھ سے بہت سا بہ گیا ہے۔ تو اس نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اور میرے اعمال میں سے کوئی عمل بھی اس کے سبب ختم نہیں ہوا۔ تو یہ گھر ایسا ہے کہ اس میں میرا مطلوب نہیں ہو سکتا۔ اب رہا یہ بایاں گھر تو میں اسے خالی پاتا ہوں۔ اس میں کوئی چیز نہیں ہے اور میں یہ گمان نہیں کرتا کہ یہ عبث ہوگا۔ کیونکہ میں نے ہر عضو کو دیکھا ہے کہ

دیکھ رہا ہوں - اور یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک ایسے پردے
سے ڈھکا ہوا ہے جس کی مثل میں نے اعضا میں سے کسی عضو کے
لئے نہیں دیکھا" پس اس نے سینہ کی دوسری جانب تفتیش
کی تو اس نے اس میں پسلیوں کے نیچے بیٹھا ہوا ایک پردہ
دیکھا اور اس نے پھیپھڑے کو اس طرف سے بھی اسی حال میں
پایا جیسے پہلے پایا تھا - تو اس نے فیصلہ کیا کہ یہی عضو اس کا مطلوب
ہے - پس اس نے اس کے پردے کو پھاڑنے کا اور اس کی
جھلی کو شق کرنے کا ارادہ کر لیا - وہ بڑی دقت اور بڑی کاوش
سے ساری قوت صرف کرنے کے بعد اس پر قادر ہوا اور اس
نے قلب کو الگ کر لیا - تو اس نے اس کو ہر طرف سے ٹھوس
پایا - اس نے تلاش کیا کہ کیا اس میں کوئی ظاہری خرابی نظر آتی
ہے - تو اس نے اس میں کوئی چیز نہیں پائی - پھر اس نے اس
کو ہاتھ میں لیکر دبایا تو اسے معلوم ہوا کہ اس میں کھوکھلا پن ہے -
اس نے سوچا کہ شاید میرا اصلی مقصود اسی عضو کے اندر ہے اور
میں ابھی تک اس تک نہیں پہنچ پایا -

آخر اس نے اسے پھاڑا تو اس میں اس نے دو کھوکھلے حصّے
دیکھے - ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف - جو داہنی
طرف تھا وہ جمے ہوئے خون سے بھرا ہوا تھا - اور جو بائیں طرف
تھا وہ خالی تھا - اس میں کوئی چیز نہ تھی - تو اس نے سوچا کہ میرے

سے اس نے اسے چھوڑ دیا۔ غرض اس معاملہ میں وہ انتشارِ فکر
میں مبتلا ہو گیا اور اس جسم سے صبر کر لیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ اور
اسے معلوم ہو گیا کہ اس کی وہ ماں جو اس سے محبت کرتی تھی اور
اسے دودھ پلاتی تھی وہ یہی رحلت کرنے والی چیز تھی نہ کہ یہ
عاری جسم اور اسی سے یہ سارے افعال سرزد ہوتے تھے
اور یہ پورا بدن اس کے لئے ایک آلہ کی مانند ہے اور ان لاٹھیوں
کے بمنزلہ ہے جنہیں وہ جنگلی جانوروں سے لڑنے کے لئے بنایا
کرتا تھا۔ تو اس کی وابستگی جسد سے صاحبِ جسد اور اس کے
محرک کی طرف منتقل ہو گئی اور اس کو سوائے اس کے کسی کا
شوق باقی نہیں رہا۔

اس اثنا میں وہ جسم سڑنے لگا اور اس سے ناگوار بو نکلنے
لگی تو اس کی نفرت اس سے اور بڑھ گئی اور اس نے چاہا کہ اسے
اپنی نظر سے دور کر دے۔ پھر اتفاقاً اس نے دو کوؤں کو دیکھا
جو لڑ رہے تھے یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے دوسرے
کو مغلوب کر لیا اور مار ڈالا پھر زندہ کوّا زمین کھودنے لگا یہاں
تک کہ اس نے ایک گڑھا کھود لیا اور اس میں اس لاش کو
مٹی سے چھپا دیا۔ تو اس نے اپنے دل میں سوچا کہ اس کوّے نے
اپنے ساتھی کی لاش کو چھپانے میں کیسا اچھا کام کیا ہے اگرچہ
اس نے اس کو قتل کرنے میں بہت ہی برا کیا۔ اور میں اپنی ماں

وہ کسی نہ کسی فعل کے لئے ہے جو اس سے مخصوص ہے۔ تو یہ گھر با وجود اس شرف کے جس کا میں اس میں مشاہدہ کر رہا ہوں کیسے بے مصرف ہو سکتا ہے۔ میرا یقین ہے کہ میرا مقصود اسی میں تھا اور اس سے کوچ کر گیا ہے اور اس کو خالی کر گیا ہے اور اس کے کوچ کر جانے سے اس جسم پر وہ کچھ تعطل واقع ہوا جو واقع ہوا۔ ادراک ختم ہو گیا اور حرکت تو رک گئی۔
پس جب اس نے دیکھا کہ اس گھر کا رہنے والا اس کے منہدم ہونے سے پہلے کوچ کر گیا اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ گیا تو اس کو یہ بات متحقق ہو گئی کہ اس میں خرابی اور شگاف آنے کے بعد وہ اس میں پھر نہیں لوٹے گا۔ غرض پورا جسم اس کے نزدیک، اس شے کے مقابلہ میں جس کے بارے میں اس نے اپنے دل میں یہ یقین کیا کہ ایک مدت تک اس میں ٹھہری رہتی ہے اور اس کے بعد اس سے کوچ کر جاتی ہے۔ بے وزن اور بے قدر ہو گیا۔ تو وہ اس چیز پر سوچنے لگا کہ وہ کیا ہے اور کیونکر ہے اور کس چیز نے اس کو اس جسم سے جوڑا ہے۔ اور پھر وہ کہاں چلی گئی اور جسم سے اپنے خروج کے وقت کس راستہ سے نکل گئی۔ اگر اس کا خروج مجبوراً تھا تو کس چیز نے اسے مجبور کیا اور اگر اس کا خروج اختیاری تھا تو وہ کون سا سبب ہے جس نے بدن کو اس کے نزدیک ناپسندیدہ بنا دیا جس کی وجہ

تو ایک ایسا منظر پایا جس نے اسے خوفزدہ کر دیا۔ اور ایک ایسا عجوبہ دیکھا جو اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ تو وہ تھوڑی دیر تک تعجب کی حالت میں کھڑا رہا۔ وہ اس سے برابر آہستہ آہستہ قریب ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے آگ کی تیز روشنی اور غالب ہو جانے والے فعل کو دیکھا یہاں تک کہ وہ جس چیز کو چھوتی تھی اس پر غالب آ جاتی تھی اور اس کو اپنی حالت پر تبدیل کر دیتی تھی۔ تو اس پر اس کے تعجب نے اسے ابھارا اور اس جرات اور قوت کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اس کی طبیعت میں رکھی تھی اس نے ارادہ کیا کہ اپنے ہاتھ کو اس کی طرف بڑھائے اور اس میں سے کچھ لے لے۔ جب اس نے چھوا تو آگ نے اس کے ہاتھ کو جلا دیا اور وہ اسے پکڑ نہ سکا۔ تب اس نے سوچا کہ وہ ایک جلتی ہوئی لکڑی جس کے پورے حصہ میں آگ نہ لگ گئی ہو اٹھا لے۔ تو اس نے جلے ہوئے کنارے سے اس کو پکڑا اور آگ اس کے دوسرے کنارے میں تھی۔ تو وہ اس میں کامیاب ہو گیا اور وہ اسے اٹھا کر اس جگہ لے گیا جہاں وہ رہتا تھا اور اسے وہ ایک غار میں لے گیا جس کو کہ اس نے اس سے پہلے رہنے کے لئے پسند کر لیا تھا۔ پس وہ اس آگ میں سوکھی گھاس اور اچھی لکڑی ڈال کر اسے بڑھایا کرتا اور اس پر حیرت اور تحسان کے باعث رات اور دن اس کی نگرانی کیا کرتا تھا۔ اور رات

کے بارے میں اس فعل تک راہ پانے کا زیادہ حقدار تھا۔ پس اس نے ایک گڑھا کھودا اور اپنی ماں کی لاش کو اس میں ڈالدیا اور اس پر مٹی ڈالدی۔ اور وہ اس چیز میں مسلسل فکر کرتا رہا جو جسم پر تصرف کرنے والی تھی اور وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ سب کیا۔ سوائے اس کے کہ وہ سارے ہرنوں کے بدن کی طرف دیکھتا تو انہیں اپنی ماں کی شکل اور صورت پر پاتا۔ تو اس کو گمان غالب ہوتا کہ ان میں سے ہر ایک کو اسی جیسی چیز حرکت دیتی ہے اور اس پر متصرف ہوتی ہے جو کہ اس کی ماں کو حرکت دیتی تھی اور اس پر تصرف کرتی تھی۔ تو وہ اس مشابہت کی وجہ سے ہرنوں سے مانوس ہوگیا اور ان سے اظہار محبت کرنے لگا۔

اس حال میں وہ تھوڑے عرصہ رہا۔ حیوانات اور نباتات پر غور کرتا رہا۔ اور وہ اس جزیرہ کے ساحل پر چکر لگاتا اور تلاش کرتا کہ شاید اپنے جیسا کسی کو پالے۔ جیسا کہ وہ حیوانات اور نباتات کے کسی فرد کو دیکھتا کہ اس جیسے بہت سے ہیں تو ان میں کسی کو اپنا جیسا نہ پاتا۔

وہ دیکھتا کہ سمندر جزیرہ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے تو اسے خیال ہوتا کہ اس جزیرہ کے علاوہ کوئی اور زمین موجود نہیں ہے۔ اور ایک بار ایسا ہوا کہ بانس کی ایک جھاڑی میں رگڑ کی وجہ سے آگ بھڑک اٹھی۔ پھر جب اس نے اس کو دیکھا

کہ وہ اس میں ماہر ہو گیا اور آگ کے ساتھ اس کی محبت بڑھ گئی اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے اسے مختلف قسم کے عمدہ عمدہ کھانوں میں سے وہ چیزیں حاصل ہوتیں جو اس سے پہلے حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔

جب اس کے حسن آثار اور قوت اقتدار کو دیکھ کر اس کا شغف اس کے ساتھ شدید ہو گیا تو اسے خیال آیا کہ وہ چیز جو اس کی ماں ہرنی کے قلب سے کوچ کر گئی جس نے اس کو پالا تھا، وہ اس وجود کے جوہر میں سے تھی یا اس کی ہم جنس کوئی چیز تھی۔ اور جس چیز نے اس کے ظن کو مزید تقویت پہنچائی وہ یہ تھی کہ وہ زندگی بھر جانور میں گرمی پاتا تھا اور دیکھتا تھا کہ موت کے بعد وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ہمیشہ قائم رہتا تھا اور اس میں اختلال نہیں آتا تھا۔ نیز اس بات نے بھی کہ وہ اپنے آپ میں اپنے سینہ کے قریب اس جگہ جہاں اس نے ہرنی کو چیرا تھا گرمی کی شدت پاتا تھا۔ پس اسے خیال آیا کہ اگر وہ کسی جانور کو پکڑ لے اور اس کے قلب کو چیرے اور اس کھوکھلے حصہ کو دیکھے جسے اس نے اپنی ماں ہرنی میں جبکہ اس نے اسے چیرا تھا خالی پایا تھا تو وہ اس زندہ جانور میں اس کو دیکھ لے گا۔

اور وہ اس چیز سے بھرا ہو گا جو اس میں رہتی ہے۔ اور وہ یہ جان لے گا کہ کیا وہ آگ کے جوہر میں سے ہے اور آیا اس میں

کو اس کی انسیت اس سے بڑھ جایا کرتی تھی کیونکہ وہ روشنی اور گرمی پہنچانے میں سورج کی قائم مقامی کرتی تھی۔ غرض اس کا اشتیاق اس کے ساتھ اور بڑھ گیا اور اسے یہ یقین ہو گیا کہ جتنی چیزیں اس کے پاس ہیں وہ ان میں سب سے افضل ہے۔ اور اسے وہ ہمیشہ اوپر کی طرف حرکت کرتے ہوئے اور بلندی کی طلب کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو اسے یہ گمان غالب ہوا کہ وہ منجملہ ان جواہر سماویہ کے ہے جن کا وہ مشاہدہ کرتا تھا۔ وہ اس کی قوت کو ساری چیزوں پر آزمایا کرتا تھا اس طرح کہ انہیں اس میں ڈالدیا کرتا تھا تو وہ دیکھتا تھا کہ وہ سرعت کے ساتھ یا آہستگی سے، اس جسم کی استعداد کی قوت یا کمزوری کے اعتبار سے جس کو کہ وہ جلنے کے لیے ڈالتا تھا ان پر غالب آجاتی ہے۔

منجملہ ان چیزوں کے جن کو اس نے اس کی قوت کی آزمائش کے طور پر اس میں ڈالا تھا سمندری جانوروں کی لبعض قسمیں تھیں جنہیں سمندر نے اپنے ساحل پر ڈالدیا تھا۔ جب یہ جانور پک جاتے اور پکنے کی خوشبو اٹھتی تو ان کی طرف اس کی شدید خواہش ابھر آتی۔ پھر ان میں سے کچھ کھا لیتا تو اسے پسند کرتا۔ اس طرح وہ گوشت کھانے کا عادی ہو گیا پھر اس نے یہ ترکیب سمندر کے اور خشکی کے شکاروں کی طرف پھیردی۔ یہاں تک

ان ساری باتوں کا کھوج لگایا اور وہ مسلسل بہت ہی غور سے
انہیں دیکھتا تھا اور بہت ہی غور و فکر کرتا تھا یہاں تک کہ وہ
ان امور میں بڑے طبیعین کے مرتبہ کو پہنچ گیا۔
پس اس پر یہ بات واضح ہوئی کہ جانوروں کے افراد میں
سے ہر فرد خواہ اس کے اعضا کتنے ہی زیادہ ہوں اور اس کے
خواص اور حرکات کتنے ہی مختلف ہوں اس روح کی وجہ سے
جس کا مبدا ایک ہی مستقر ہے، ایک ہی ہے۔ اور اس
روح کا سارے اعضا میں منقسم ہونا اسی جگہ سے شروع ہوتا
ہے اور یہ کہ سارے اعضا اس کے خادم ہوتے ہیں یا اس کے
نائب۔ اور اس روح کا درجہ بدن پر تصرف کرنے میں ایسا
ہی ہے جیسے وہ پورے ہتھیاروں کے ساتھ اپنے دشمن سے
لڑتا ہے یا ساری خشکی اور تری کے صیدوں کا شکار کرتا ہے
اور ہر جنس کے لئے آلات تیار کرتا ہے جن سے انہیں شکار کرے
وہ ہتھیار جن سے وہ لڑتا تھا دو قسم کے تھے ایک وہ
جن سے کہ دوسروں کے حملے روکے جاتے ہیں اور وہ جن سے
کہ دوسروں پر حملے کئے جاتے ہیں اور اسی طرح شکار کے
آلات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو سمندر کے جانوروں کے
لئے موزوں ہیں اور ایک وہ جو خشکی کے جانوروں کے لئے۔
اور اسی طرح ان چیزوں کی بھی قسمیں ہیں جن سے کہ تشریح میں

روشنی اور حرارت کا کچھ جز ہے یا نہیں۔ پس اس نے ایک جنگلی جانور کو پکڑا اور اسے پیٹھ کے بل باندھ کر ڈالدیا اور اس نے اس کو ویسے ہی چیرا جیسے کہ اس نے ہرنی کو چیرا تھا یہاں تک کہ وہ قلب تک اپنچا۔ اول اس نے اس کی بائیں جانب کا ارادہ کیا اور اسے چیرا تو اس کھوکھلے حصہ کو بخاراتی ہوا سے جو سفید کہرے کی مانند تھی بھرا ہوا پایا۔ پھر اس نے اپنی انگلی اس میں ڈالدی تو اسے اتنا گرم پایا کہ اس کی انگلی اس سے جلی جا رہی تھی اور وہ جانور فی الفور مرگیا۔ تو اس کے نزدیک یہ بات صحیح ثابت ہوگئی کہ یہی گرم بخار تھا جو اس جانور کو متحرک رکھ رہا تھا اور یہ کہ جانوروں کے افراد میں سے ہر فرد میں اس جیسی چیز ہوتی ہے۔ اور جب وہ جاندار سے الگ ہوجاتی ہے تو وہ مرجاتا ہے۔

اب اس کے جی میں حیوان کے سارے اعضا اور ان کی ترکیب اور ان کی خاص شکل اور ان کی مقدار اور بعض کی بعض کے ساتھ ارتباط کی کیفیت کی تحقیق کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس بات کا کہ وہ اس گرم بخار سے کیسے استفادہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان میں زندگی قائم رہتی ہے۔ اور اس بخار کی بقا ایسی مدت تک جس میں کہ وہ باقی رہتا ہے کیونکر ہوتی ہے اور وہ کہاں سے استفادہ کرتا ہے اور کیسے اس کی حرارت ختم نہیں ہوتی پس اس نے زندہ اور مردہ جانوروں کی تشریح سے

ذریعہ نہیں ملتا جنہیں اعصاب کہا جاتا ہے۔ جب یہ راستے منقطع ہو جاتے ہیں یا بند ہو جاتے ہیں تو اس عضو کا فعل معطل ہو جاتا ہے اور یہ اعصاب روح کو دماغ کے اندرونی حصوں سے حاصل کرتے ہیں اور دماغ اس روح کو قلب سے حاصل کرتا ہے۔ اور دماغ میں بہت سی روحیں ہوتی ہیں اس لئے کہ وہ ایک ایسی جگہ ہے جس میں مختلف قسمیں بٹ جاتی ہیں۔ پس جو عضو بھی کسی سبب سے اس روح سے خالی ہو جاتا ہے تو اس کا فعل معطل ہو جاتا ہے اور وہ بیکار ہتھیار کی مانند ہو جاتا ہے جس کو کہ فاعل استعمال نہیں کرتا اور نہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس اگر یہ روح کسی سبب سے پوری کی پوری جسم سے خارج ہو جاتی ہے یا فنا ہو جاتی ہے یا تحلیل ہو جاتی ہے کسی سبب سے تو سارا جسم معطل ہو جاتا ہے اور موت کی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کی نظر اس حد تک پہنچ گئی اس کی نشو و نما کے تین ستون کے اختتام پر یعنی جب وہ اکیس سال کا ہوا۔

اس مذکورہ مدت کے درمیان اس نے مختلف قسم کی تدبیریں اختیار کیں۔ وہ ان جانوروں کی کھالوں کو پہنتا تھا جن کی وہ تشریح کیا کرتا تھا اور ان سے جوتے بناتا تھا۔ اور وہ بالوں سے اور خطمی اور خبازی اور قنب اور ریشوں والی نباتات

کام لیا جاتا ہے۔ ان کی ایک قسم وہ ہے جو چیرنے کے لئے
موزوں ہوتی ہے اور دوسری توڑنے کے لئے اور تیسری
سوراخ کرنے کے لئے۔ اور جسم ایک ہوتا ہے اور وہ اس
پر مختلف اندازمیں تصرف کرتا ہے۔ اور یہ تصرف کرنا اس
چیز کے مطابق ہوتا ہے جس کے لائق یہ آلے ہوتے ہیں اور
ان مقاصد کے مطابق جن کے لئے یہ تصرف کیا جاتا ہے۔
اسی طرح حیوانی روح ایک ہوتی ہے لیکن جب وہ آنکھ
کے آلے کو استعمال کرتی ہے تو اس کا فعل دیکھنا ہوتا ہے
اور جب کان کے آلہ کو استعمال کرتی ہے تو اس کا فعل سننا
ہوتا ہے۔ اور جب ناک کے آلے کو استعمال کرتی ہے تو اس کا
فعل سونگھنا ہوتا ہے اور جب زبان کے آلے کو استعمال کرتی
ہے تو اس کا فعل چکھنا ہوتا ہے۔ اور جب وہ جلد اور گوشت
کے آلے کو استعمال کرتی ہے تو اس کا فعل چھونا ہوتا ہے۔ اور
جب وہ کسی عضو کو استعمال کرتی ہے تو اس کا فعل حرکت ہوتی ہے
اور جب وہ جگر کو استعمال کرتی ہے تو اس کا فعل غذا حاصل
کرنا اور غذا دینا ہوتا ہے۔ اور ان اعضا میں سے ہر ایک
کے لئے دوسرے اعضا ہوتے ہیں جو ان کی خدمت کرتے
ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا فعل اس وقت تک مکمل نہیں
ہوتا جب تک کہ اس سے روح کا کوئی جز ان راستوں کے

میں سے کوئی جانور اپنی مختلف قسموں کے باوجود اس سے مقابلہ نہیں کرسکتا مگر یہ کہ وہ اس سے بھاگ جائے اور اس طرح بھاگنے میں اسے عاجز کردے تو اس نے اس بارے میں تدبیر سوچی اور اس نے کوئی چیز ایسی نہیں پائی جو اس کے لئے اس سے زیادہ مفید ہوتی کہ وہ بہت ہی تیز دوڑنے والے جانوروں میں سے بعض کو مانوس کرے اور انہیں ایسی غذا جو ان کے مناسب ہو دیکر اپنے احسان میں لے لے یہاں تک کہ وہ اس قابل ہو جائے کہ ان پر سواری کرسکے اور ان کے ذریعہ سے تمام جانوروں کی اصناف پر حملہ کرسکے۔ اور اس جزیرہ میں خشکی کے گھوڑے تھے اور جنگلی گدھے۔ پس اس نے ان میں سے جو اس کے لائق تھے ان کو منتخب کرلیا اور انہیں تربیت دی یہاں تک کہ ان کے ذریعہ اس کی غرض مکمل ہوگئی۔ اس نے تسموں اور کھالوں سے لگام اور زین جیسی چیزیں بنالیں تو اس کے ذریعہ سے اسے ان جانوروں کے شکار کرنے کا مقصود حاصل ہوگیا جن کے پکڑنے میں اسے بہت دشواری ہوتی تھی۔ اور اس کو یہ ساری باتیں اس وقت سوجھیں جب کہ وہ تشریح کے کام میں مصروف تھا اور اس کی اس شدید خواہش کے سبب کہ وہ جانوروں کے اعضا کے خصائص کو جان لے اور یہ کہ کن باتوں میں وہ مختلف ہیں۔ اور یہ سب کچھ اس مدت میں ہوا جس کی حد ہم نے ۲۱ سال

کے تنوں کی چھال سے دھاگے بنا لینا۔ اور اس کے ان چیزوں کو سیکھنے کی اصل یہ تھی کہ اس نے پہلے سلفہ سے ان ڈوروں کو حاصل کیا تھا۔ اور اس نے بڑے مضبوط کانٹوں اور پتھر پر تیز کئے ہوئے بانسوں سے برچھے بنائے۔ اور اس نے تعمیر کی طرف ابابیل کے فعل کے مشاہدے سے راہ پائی۔ پس اس نے ایک اسٹور اور ایک گھر اپنی فاضل غذا کے لئے بنا لیا اور اس نے اس پر بانس کا ایک دروازہ جس کے اجزا باہم بہت ہی مربوط تھے بنا کر اس کی حفاظت کی۔ تاکہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے وہاں سے غیر موجود ہو تو کوئی جانور اس میں نہ پہنچے۔ اور اس نے شکاری پرندوں کو سدھایا تاکہ ان سے شکار میں مدد لے اور اس نے پالتو چڑیوں کو رکھنا شروع کیا تاکہ وہ ان کے انڈوں اور چوزوں سے فائدہ اٹھائے۔ اور اس نے جنگلی گایوں کے سینگوں کو بھالوں کے پھلوں کی طرح بنایا اور ان کو مضبوط بانسوں میں اور زان اور دوسرے درختوں کی لاٹھیوں میں لگا دیا۔ اس میں اس نے آگ سے اور پتھر کے کناروں سے مدد لی یہاں تک کہ وہ برچھیوں جیسے بن گئے۔ اور اس نے تہ در تہ چمڑوں سے ڈھال بنائی۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس نے دیکھا کہ وہ قدرتی ہتھیاروں سے محروم تھا۔ اور جب اس نے دیکھا کہ ان چیزوں کی جو اس کے پاس نہیں ہیں اس کا ہاتھ تلافی کرتا ہے اور جانوروں

اور اپنی مخصوص صفت میں منفرد ہے۔ اور وہ ان میں سے ہر ایک عضو کی طرف دیکھتا تو یہ پاتا کہ وہ بہت سے اجزا میں قابل تقسیم ہیں تو وہ اپنی ذات پر کثرت کا حکم لگاتا اور اسی طرح ہر شے کی ذات پر۔

پھر وہ دوبارہ دوسرے طریقہ پر غور کرتا تو دیکھتا کہ اس کے اعضا اگرچہ بہت سے ہیں لیکن ایک دوسرے سے اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ ان کے درمیان کسی طرح کا فصل نہیں ہے۔ تو وہ واحد کے حکم میں ہیں۔ اور یہ کہ ان کا اختلاف محض افعال کا اختلاف ہے۔ اور جتنی جتنی روح حیوانی کی قوت ان تک پہنچتی ہے اس کے سبب سے یہ اختلاف ہے (روح حیوانی تک اس کی نظر پہلے ہی پہنچ چکی تھی) اور یہ کہ وہ روح اپنی ذات میں واحد ہے اور وہ حقیقت ذات ہے اور سارے اعضا آلات کی حیثیت رکھتے ہیں تو اس طریقہ پر اس کے نزدیک اس کی ذات واحد نظر آتی۔

پھر وہ جانداروں کے مختلف اقسام کی طرف متوجہ ہوتا اور اس خاص انداز میں سوچنے پر ان میں سے ہر فرد کی ذات کو ایک پاتا۔ پھر وہ ان کے نوع کی طرف دیکھتا مثلاً ہرن، گھوڑے، گدھے، اور مختلف اقسام کے پرندے تو وہ دیکھتا کہ ہر نوع کے افراد اعضا کے ظاہری اور باطنی میں اور ادراکات اور حرکات

بتائی تھی۔

(۷)

اجسام ان کے انواع اور ان کی وحدت

پھر اس کے بعد اس نے نظر غور سے دیکھا اور ان سارے اجسام پر غور کیا جو اس عالم کون و فساد میں مختلف قسم کے حیوانات، نباتات، معدنیات، اور مختلف قسم کے پتھر، مٹی، پانی، بخار، برف، پالا، دھواں، اولے، شعلے اور گرمی کی قبیل سے ہیں۔ اس نے ان میں بہت سے اوصاف پائے اور مختلف قسم کے افعال دیکھے بعض حرکات میں وہ متفق تھے اور بعض میں متضاد۔ اور اس معاملہ میں اس نے بہت ہی غور و تامل کیا تو اس نے پایا کہ وہ بعض صفات میں متفق ہیں اور بعض میں مختلف اور یہ کہ وہ جس جہت میں متفق ہیں اس کے لحاظ سے ایک ہیں اور جس جہت میں مختلف ہیں اس کے لحاظ سے متغائر اور کثیر ہیں۔ پس وہ کبھی اشیاء کی خصوصیات پر نظر ڈالتا اور ان چیزوں پر جن کے سبب بعض بعض سے ممتاز ہیں تو وہ کثیر نظر آئیں یہاں تک کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا تھا اور وہ اتنی منتشر الوجود نظر آتیں کہ انہیں ضبط میں لانا مشکل تھا۔ اور اس کے نزدیک اس کو اپنی ذات میں بھی کثرت نظر آتی اس لئے کہ وہ اپنے اعضا کے اختلاف کی طرف دیکھتا اور یہ دیکھتا کہ ان میں سے ہر ایک اپنے فعل

ساتھ زیادہ مخصوص نہیں۔ تو اس غور و فکر سے اس کو یہ بات واضح ہو گئی کہ روح حیوانی جو جانوروں کی ساری اجناس میں پائی جاتی ہے وہ حقیقت میں ایک ہی ہے اگرچہ اس میں تھوڑا بہت اختلاف ہے جس کی بنا پر ایک نوع دوسری نوع سے ممتاز ہوتی ہے۔ وہ اس واحد پانی کی مثل ہے جو مختلف برتنوں میں بٹا ہوا ہے اس کا بعض حصہ بعض دوسرے حصوں سے زیادہ ٹھنڈا ہے حالانکہ وہ اصلاً ایک ہے۔ اور ہر وہ پانی جو ٹھنڈک کے اعتبار سے ایک درجہ میں ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ روح حیوانی کسی ایک نوع کے ساتھ مختص ہو اور اس کے بعد جیسا کہ وہ پانی سب ایک ہی ہے تو اسی طرح روح حیوانی ایک ہے اگرچہ کسی لحاظ سے اس کے اندر کثرت پیدا ہو جاتی ہے۔ تو وہ اس نقطۂ نظر سے جانوروں کی جنس کو ایک ہی سمجھتا۔

پھر وہ مختلف انواع نباتات کو دیکھتا۔ تو وہ پاتا کہ ہر نوع کے افراد، ڈالیوں میں، پتوں میں، پھولوں میں، پھلوں میں اور افعال میں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں تو وہ ان کا حیوانوں پر قیاس کرتا اور جانتا کہ ان کے اندر ایک ہی شئے ہے جس میں وہ مشترک ہیں۔ وہ ان کے لئے ایسی ہے جیسی روح حیوانوں کے لئے اور وہ اپنی اس چیز کے سبب ایک ہیں۔ اور اسی طرح وہ

اور میلانات میں یکساں ہیں اور ان کے درمیان وہ صرف معمولی چیزوں میں اختلاف پاتا بہ مقابلہ ان چیزوں کے جن میں وہ متفق تھے۔ اور وہ یہ حکم لگاتا کہ وہ روح جو اس پورے نوع کے لئے ہے وہ ایک ہی شے ہے۔ اور وہ مختلف نہیں ہے صرف یہ بات ہے کہ وہ مختلف قلوب میں منقسم ہے اور اگر یہ ممکن ہو کہ وہ ساری روح جو ان قلوب میں منتشر ہے جمع کر لی جائے اور ایک ہی برتن میں رکھدی جائے تو وہ سب شے واحد ہوگی جیسے وہ پانی یا پینے کی چیز جو مختلف برتنوں میں منقسم ہو پھر اس کے بعد اسے جمع کر لیا جائے تو وہ اپنے یکجا اور متفرق ہونے کی حالتوں میں ایک ہی شے ہے۔ اگرچہ اس میں کسی طرح کا تکثر پیدا ہو گیا ہے۔ تو وہ اس نقطۂ نظر سے نوع کو ایک پاتا اور اس کے افراد کی کثرت کو ایک ہی فرد کے اعضا کی کثرت کی طرح سمجھنا جو حقیقت میں کثرت نہیں رکھتے تھے۔

پھر وہ جانوروں کے سارے انواع کو اپنے خیال میں حاضر کرتا اور ان پر سوچتا تو اس اعتبار سے انہیں متفق پاتا تھا کہ وہ حس رکھتے ہیں اور غذا حاصل کرتے ہیں اور جس طرف وہ چاہتے ہیں ارادہ سے حرکت کرتے ہیں اور اس نے جان لیا کہ یہ افعال روح حیوانی کے مخصوص افعال ہیں اور یہ کہ وہ ساری چیزیں جو اس اتفاق کے بعد مختلف ہو جاتی ہیں وہ روح حیوانی سے

دہکتی ہوئی آگ۔ تو اس نے پایا کہ وہ ایسے اجسام ہیں کہ ان کا طول، عرض اور گہرائی متعین ہے۔ اور ان میں اختلاف نہیں پایا جاتا سوائے اس کے کہ ان میں سے بعض تو رنگ والے ہیں اور بعض بے رنگ ہیں۔ بعض گرم ہیں اور بعض ٹھنڈے ہیں۔ اور اسی طرح کے دوسرے اختلافات ہیں۔ اور وہ دیکھتا تھا کہ ان میں جو گرم ہے وہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور ٹھنڈا گرم ہو جاتا ہے۔ پانی بخار بن جاتا ہے اور بخار پانی بن جاتا ہے اور جلنے والی چیزیں انگارا، راکھ، شعلہ اور دھواں بن جاتی ہیں۔ اور دھواں اگر اپنے اونچا اٹھنے میں کوئی پتھر پا لیتا ہے تو اس میں بیٹھ جاتا ہے یا دوسری ارضی اشیاء کی طرح ہو جاتا ہے۔ تو اس غور و فکر سے اسے معلوم ہوا کہ یہ ساری چیزیں حقیقت میں ایک ہی شئے ہیں۔ اگرچہ کسی سبب سے ان میں کثرت لاحق ہو گئی ہے۔ تو اس کی مثال اس کثرت جیسی ہے جو حیوانات اور نباتات میں پائی جاتی ہے۔

پھر وہ اس چیز پر غور کرتا جس کے سبب سے حیوانات اور نباتات متحد ہیں۔ تو وہ دیکھتا کہ وہ ایک جسم ہے ان ہی اجسام کی طرح۔ اس میں طول عرض اور گہرائی ہے۔ اور وہ یا تو گرم ہے یا ٹھنڈا ہے ان ہی اجسام کی طرح جو نہ حس رکھتے ہیں نہ غذا حاصل کرتے ہیں اور وہ ان چیزوں سے اپنے ان افعال

نباتات کی ساری اقسام پر غور کرتا تو وہ اس فیصلہ پر پہنچتا کہ وہ متحد ہیں اس سبب سے کہ وہ انہیں غذا حاصل کرنے اور نشو و نما حاصل کرنے کے فعل میں متحد پاتا۔

پھر وہ اپنے ذہن میں حیوان کی اجناس اور نباتات کی اجناس کو جمع کرتا تو وہ ان دونوں کو غذا حاصل کرنے اور نشو و نما حاصل کرنے میں متفق پاتا۔ صرف اتنا فرق تھا کہ حیوان نباتات کے مقابلہ میں حس ادراک اور حرکت کی فضیلت کے سبب بڑھے ہوئے ہیں۔ اور کبھی کبھی نباتات میں بھی اس جیسی چیز ظاہر ہوتی مثلاً پھول کے رُخ کا سورج کی جانب پھرتے رہنا اور غذا کی جانب اس کی جڑوں کی حرکت اور اس طرح کی دوسری چیزیں تو اس غور و فکر سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ نباتات اور حیوانات اس شے واحد کے سبب جو ان کے درمیان مشترک ہے ایک ہی ہیں۔ وہ شے مشترک ایک میں کامل ہے اور دوسرے میں اس کے اندر کوئی مانع پیدا ہو گیا ہے۔ اور یہ بمنزلہ واحد پانی کے ہے جو کہ دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہو جن میں سے ایک ٹھہرا ہوا ہو اور دوسرا سیال ہو۔ پس اس کے نزدیک نباتات اور حیوانات متحد ہو گئے۔

پھر اس نے ان اجسام پر نظر کی جو نہ حس رکھتے ہیں نہ غذا حاصل کرتے ہیں نہ نمو رکھتے ہیں۔ مثلاً پتھر، مٹی، پانی، ہوا اور

جامد ہوں۔ اور یہی وہ چیزیں تھیں جو اس کے نزدیک کبھی شئے واحد ہوتیں اور کبھی ایسی کثیر ہوتیں جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ تو اس نے سوچا کہ ان میں سے ہر ایک دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ بلندی کی طرف متحرک ہوگا مثلاً دھواں شعلہ اور ہوا جبکہ وہ پانی کے اندر پائی جائے۔ یا وہ اس سمت کی ضد میں متحرک ہوگا یعنی نیچے کی طرف مثلاً پانی اور زمین کے اجزا اور حیوانات اور نباتات کے اجزا۔ اور یہ کہ ان اجسام میں سے کوئی جسم ان دونوں حرکتوں سے معرا نہیں ہوسکتا نیز وہ ساکن نہیں ہوسکتا مگر صرف اس حالت میں کہ کوئی مانع اسے روک دے جو کہ اس کے راستے میں رکاوٹ بنجائے۔ مثلاً گرنے والا پتھر جو کہ سخت زمین پر گرتا ہے تو اس کے لئے ممکن نہیں ہوتا کہ اسے پھاڑ دے اور اگر یہ اس کے لئے ممکن ہوتا تو وہ اپنی حرکت سے رکا نہ جاتا جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب تم اسے اٹھاتے ہو تو تم پاتے ہو کہ وہ تم پر اپنے نیچے کی طرف جانے کے رجحان اور نزول کی طلب سے بوجھ کر رہا ہے اور یہی معاملہ دھوئیں کا اس کے اوپر اٹھنے میں ہے۔ وہ نہیں رکتا سوائے اس کے کہ جب وہ کسی سخت قبہ سے ٹکرائے جو اسے قید کرلے۔ تو پھر اس وقت وہ داہنے اور بائیں مڑجاتا ہے۔ پھر جب وہ اس قبہ سے آزاد ہوجاتا ہے تو ہوا کو پھاڑتا ہوا اوپر اٹھ جاتا ہے

کے سبب جو اس سے حیوانی اور نباتاتی آلات کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں مختلف ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور اختلاف نہیں ہے۔ اور شاید کہ یہ افعال ذاتی نہیں ہیں بلکہ وہ اس میں کسی دوسری چیز کی وجہ سے سرایت کر جاتے ہیں اور اگر ان دوسرے اجسام میں یہ افعال سرایت کر جائیں تو وہ ان کی مثل ہو جائیں گے۔

پس وہ اس کی ذات پر ان افعال سے مجرد ہونے کی صورت میں جو بادی النظر میں اس سے صادر ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں غور کرتا تو وہ دیکھتا کہ وہ ان ہی اجسام میں سے ایک جسم ہے۔ تو اس غور و فکر سے اسے یہ بات معلوم ہوتی کہ سارے اجسام ایک ہی ہیں خواہ وہ زندہ ہوں یا جامد، متحرک ہوں یا ساکن سوائے اس کے کہ یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان میں سے بعض کے کچھ افعال ہیں جو آلات کے ذریعہ سے ہوتے ہیں اور وہ نہ جان پاتا تھا کہ آیا یہ افعال ان کے ذاتی افعال ہیں یا ان کے علاوہ کسی اور چیز سے ان میں سرایت کر جاتے ہیں۔ اور وہ اس حال میں اجسام کے علاوہ کوئی اور چیز نہ دیکھتا۔ تو وہ اس نقطۂ نظر سے سارے موجودات کو شئے واحد سمجھتا اور پہلے نقطۂ نظر سے موجودات میں کثرت پاتا۔ ایسی کثرت جو شمار میں نہ آسکے اور جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔ اور وہ اس حال کے حکم میں ایک مدت تک قائم رہا۔

پھر اس نے تمام اجسام پر غور کیا تو خواہ وہ زندہ ہوں یا

جو دوسروں کے مقابلہ میں کم سے کم اوصاف کے حامل ہیں تو
اس نے اجسام کو کسی صورت میں ان دونوں وصفوں میں
سے ایک سے خالی نہیں پایا اور وہ وہی ہیں جن کی تعبیر ثقل
اور خفت سے کی جاتی ہے۔ پس اس نے ثقل اور خفت پر غور
کیا کہ کیا وہ دونوں فی نفسہ جسم کا خاصہ ہیں یا ان کا تعلق ایسے
وصف سے ہے جو جسمیت پر زائد ہے۔ تو اس پر ظاہر ہوا کہ وہ
دونوں اس وصف کے لئے ہیں جو جسم پر زائد ہے۔ اس لئے
کہ اگر وہ دونوں فی نفسہ جسم کے لئے ہوتے تو کوئی ایسا جسم نہ
پایا جاتا جس میں کہ وہ نہ ہوں اور ہم ثقیل چیز پاتے ہیں جس میں
کہ خفت نہیں پائی جاتی اور خفیف چیز پاتے ہیں جس میں کہ
ثقالت نہیں پائی جاتی۔ اور وہ دونوں لامحالہ دو جسم ہیں ان
دونوں میں سے ہر ایک کے لئے ایک وصف ہے جو کہ اس
کے ساتھ منفرد ہے دوسرے سے اور جو اس کی جسمیت پر
زائد ہے اور یہی وصف ہے جس کے سبب ان دونوں میں
سے ہر ایک ایک دوسرے سے متغائر ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو
وہ دونوں تمام اعتبارات سے ایک ہی شے ہوتے۔ پس
اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ ثقیل اور خفیف میں سے ہر ایک
کی حقیقت دو وصفوں سے مرکب ہے ایک وہ جس میں کہ وہ
دونوں مشترک ہیں وہ ان کی جسمیت ہے۔ اور دوسرا وہ جس

اس لئے کہ ہوا کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ اسے روک دے۔ اور وہ دیکھتا کہ جب ہوا سے کوئی ہلکی سی کھال بھری جاتی ہے اور پھر باندھ دی جاتی ہے پھر وہ پانی میں ڈبو دی جاتی ہے تو وہ اوپر اٹھنے کی طالب ہوتی ہے۔ اور اس کے اوپر جو اسے پانی میں روکے رکھنا چاہتا ہے بوجھ بن جاتی ہے۔ اور وہ مسلسل یہ کوشش کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ وہ ہوا کی جگہ پہنچ جائے اور یہ پانی کے نیچے سے اس کے خروج ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ پھر وہ اس وقت سکون پکڑتی ہے اور اس پر اس کا بوجھ بننا ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اوپر اٹھنے کا رجحان بھی جو کہ اس سے پہلے اس میں پایا جاتا تھا۔ اور اس نے سوچا کہ کیا وہ ایسا جسم بھی پاتا ہے جو ان دونوں حرکتوں میں سے کوئی ایک بھی نہ رکھتا ہو یا کسی ایک کی طرف بھی کسی وقت میلان نہ رکھتا ہو۔ تو اس نے اپنے آس پاس کسی جسم میں یہ بات نہ پائی۔ اور اس نے اس بات کی تلاش اس لئے کی تھی کہ اسے امید تھی کہ وہ اسے پالے تو جسم کی طبیعت کو جلیا کہ وہ ہے بغیر اس کے کہ کوئی وصف ان اوصاف میں سے اس کے ساتھ شامل ہو جو تکثر کا سبب بنتے ہیں، دریافت کر لے۔

جب وہ اس سے عاجز رہا اور اس نے ان اجسام کو دیکھا

زائد وصف لازم ہے اور اس وصف کی وجہ سے وہ اس
قابل ہوتی ہے کہ وہ ایسے اعمال کرے جو اس کے ساتھ مخصوص
ہیں یعنی مختلف قسم کے احساسات اور طرح طرح کے ادراکات
اور حرکات۔ اور یہی وصف اس کی صورت ہے اور اس کا
امتیاز ہے جس کے ذریعہ سے وہ دوسرے اجسام سے ممتاز ہوتی
ہے۔ اور یہ وہی ہے جس کی تعبیر فلسفی نفس حیوانی سے کرتے ہیں۔
اور اسی طرح اس شے کے لئے بھی جسے نباتات میں وہی درجہ
حاصل ہے جو حرارت عزیزی کو حیوان میں ایک وصف ہے جو
اس کے ساتھ مخصوص ہے اور اس کا مابہ الامتیاز ہے۔ اور یہ
وہی چیز ہے جسے فلاسفہ نفس نباتیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسی
طرح سارے جمادات کے اجسام کے لئے (یعنی حیوانات اور
نباتات کے سوا جو اجسام عالم کون وفساد میں پائے جاتے ہیں)
ایک شے ہے جو ان کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی کی وجہ سے ان
میں سے ہر ایک وہ فعل کرتا ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے
مثلاً مختلف قسم کی حرکات اور مختلف کیفیات محسوسہ کا ان سے
صادر ہونا۔ یہ ہی شے ہے جو ان میں سے ہر ایک کا مابہ الامتیاز
ہے اور یہ وہی ہے جسے فلاسفہ طبیعت سے تعبیر کرتے ہیں۔
جب اس غور و فکر سے وہ اس بات سے آگاہ ہو گیا کہ اس
روح حیوانی کی حقیقت جس کا اس کو اتنا شوق تھا جسمیت اور

سے دونوں میں سے ہر ایک کی حقیقت ایک دوسرے سے ممتاز ہوتی ہے اور وہ ثقالت ہے ایک میں اور خفت ہے دوسرے میں۔ وہ دونوں جسمیت کے وصف سے ملے ہوئے ہیں۔ اور ان ہی کی وجہ سے ایک میں اوپر کی طرف حرکت پائی جاتی ہے اور دوسرے میں نیچے کی طرف۔

(۸)

اختلاف صُور اور اجسام

اسی طرح اس نے جمادات اور زندہ چیزوں میں سے تمام اجسام پر نظر کی تو اس نے پایا کہ ان کی حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا وجود دو معنی سے مرکب ہے۔ جسمیت اور جسمیت پر زائد کوئی اور شے جو یا ایک ہے یا ایک سے زائد۔ تو اس پر اجسام کی صور ان کے اختلافات کے مطابق ظاہر ہوئیں۔ یہ سب سے پہلی بات تھی جو اسے عالم روحانی کے بارے میں معلوم ہوئی۔ اس لئے کہ یہ وہ صورتیں ہیں جن کا ادراک حس کے ذریعہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک خاص قسم کی عقلی نظر کے ذریعہ ان کا ادراک ہوتا ہے۔

اس سے جو باتیں اس پر ظاہر ہوئیں ان میں سے یہ بات بھی تھی کہ روح حیوانی جس کا مسکن قلب ہے اور جس کی شرح اوپر گذر چکی ہے اس کے لئے بھی اس کی جسمیت پر ایک اور

جماعت اگرچہ صورت اوّل اور صورت ثانیہ میں اپنے گروہ کے ساتھ شریک ہے لیکن ایک تیسری صورت کی وجہ سے ان سے بڑھی ہوئی ہے، جس سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سارے اجسام ارضی جیسے مٹی، پتھر، معدنیات، نباتات، حیوانات اور سارے ثقیل اجسام ایک قسم ہیں۔ وہ ایک صورت میں مشترک ہیں جس سے کہ نیچے جانے کی حرکت (جب تک کہ انہیں کوئی نیچے جانے سے روک نہ دے) صادر ہوتی ہے۔ اور جب وہ کسی جبر سے اوپر کی طرف حرکت کرتے ہیں اور پھر چھوڑ دئے جاتے ہیں تو وہ نیچے کی طرف پھر حرکت کرنے لگتے ہیں۔ اور ان سب میں سے ایک ایسا فریق ہے یعنی نباتات اور حیوانات جو اگرچہ دوسروں کے ساتھ اس صورت میں شریک ہے لیکن ان سے وہ ایک دوسری صورت کی وجہ سے بڑھا ہوا ہے جس سے تغذیہ اور نمو کا صدور ہوتا ہے۔ اور تغذیہ یہ ہے کہ غذا حاصل کرنے والا اپنی غذا حاصل کرنے کی قوت کے ذریعہ سے، اس چیز کا جو اس سے کام کے سبب تحلیل ہوگئی ہے بدل حاصل کرلے۔ اور یہ قوت غاذیہ (یا غذا حاصل کرنے کی قوت) غذا کو اپنے کمال استعداد کے سبب سے جو اسے قوت ہاضمہ کی وجہ سے حاصل ہے تبدیل کر دیتی ہے اور غذا قوت جاذبہ کے واسطہ سے مغتذی کے جوہر کی مشابہت حاصل

جسمیت پر زائد ایک دوسرے وصف سے مرکب ہے اور یہ کہ یہ جسمیت کا وصف اس میں اور دوسرے اجسام میں مشترک ہے اور وہ دوسرا وصف جو اس میں شامل ہے وہ اس کے ذریعہ سے منفرد ہوتی ہے تو اس کے نزدیک جسمیت کا وصف غیر اہم بن گیا اور اس نے اس کو ترک کر دیا اور اس کی فکر دوسرے وصف سے متعلق ہو گئی اور وہ وہی ہے جس کی تعبیر نفس سے کی جاتی ہے۔ پس وہ اس کی تحقیق کا مشتاق ہوا اور اس نے اس پر مسلسل غور کرنا شروع کیا اس نے اس معاملہ میں غور و فکر کا آغاز سارے اجسام کے مطالعہ سے کیا۔ اس اعتبار سے نہیں کہ وہ اجسام ہیں بلکہ اس جہت سے کہ وہ ایسی صورتوں کے مالک ہیں جن سے خاصیتوں کا لزوم ہوتا ہے اور جن کے ذریعہ وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں۔

پس اس نے اس کی جستجو کی اور اس کو اپنے ذہن میں محصور کیا تو اس نے دیکھا کہ سارے اجسام صورت میں مشترک ہیں جس سے کچھ افعال صادر ہوتے ہیں۔ اور ان اجسام میں سے اس نے ایک گروہ کو دیکھا کہ اگرچہ وہ اس صورت میں دوسروں کا شریک ہے لیکن ایک دوسری صورت کی وجہ سے ان سے بڑھا ہوا ہے، جس سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو اس سے مخصوص ہیں۔ اور اس نے دیکھا کہ اس گروہ میں سے بھی ایک

کون و فساد میں ہیں ان میں سے بعض کی حقیقت بہت سے وصفوں پر مشتمل ہے جو کہ جسمیت کے معنی پر زائد ہیں۔ اور بعض ان سے کم معنی پر مشتمل ہیں۔ اس نے یہ جانا کہ اقل کی معرفت اکثر کی معرفت سے آسان ہے۔ پس اس نے ان اشیاء کی حقیقت سے آگاہی کا ارادہ کیا جن کی حقیقت کم وصفوں پر مشتمل ہے۔ اسے یہ بھی علم ہوا کہ حیوانات اور نباتات دونوں کی حقیقتیں ان کے افعال کے کثرت سے مختلف ہونے کے سبب مختلف اوصاف پر مشتمل ہیں۔ اس لئے اس نے ان کی صورت پر غور و فکر کو مؤخر کر دیا۔

(۹)

جسم کی ترکیب (صورت اور مادّہ)

اسی طرح اس نے دیکھا کہ زمین کے اجزا بھی بعض بعض سے زیادہ بسیط (غیر مرکب) ہیں۔ پس اس نے ان میں سے سب سے زیادہ بسیط کے جاننے کا ارادہ کیا جن پر کہ وہ قادر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے دیکھا کہ پانی ایک ایسی چیز ہے جو قلیل الترکیب ہے اس لئے کہ اس کی صورت سے بہت کم افعال صادر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس نے آگ کو اور ہوا کو پایا۔ اور اس کے خیال میں یہ بات آچکی تھی کہ ان چاروں میں سے بعض بعض میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور ان

کرلیتی ہے تاکہ اس کے وجود کی حفاظت اور اس کی مقدار کی تکمیل کا ذریعہ بنے۔ اور نمودہ زیادتی ہے جو قوت نامیہ کے واسطہ سے ہوتی ہے اور یہی ہے جو جسم کے اقطار یعنی طول، عرض اور عمق میں ایک طبیعی تناسب کے مطابق، اس غذا کے ذریعہ سے جو اس کے اجزا میں داخل ہو جاتی ہے، اضافہ کرتی ہے۔ پس یہ دونوں فعل حیوانات اور نباتات کو عام ہیں اور وہ دونوں لامحالہ ان کی مشترک صورت سے صادر ہوتے ہیں اور یہ وہی ہے جس کی تعبیر نفس سے کی جاتی ہے اور اس فریق میں سے ایک جماعت یعنی حیوان فریق متقدم کے ساتھ صورت اول اور ثانیہ میں شریک ہونے کے باوجود اس سے ایک تیسری صورت کے سبب بڑھ جاتا ہے جس سے حس اور حرکت (ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا) صادر ہوتے ہیں۔ اور اس نے دیکھا کہ انواع حیوانات میں سے ہر نوع کی ایک خصوصیت ہے جس کی وجہ سے وہ دوسرے انواع سے ممتاز ہے۔ تو اس نے جانا کہ وہ خصوصیت ایک صورت سے صادر ہوتی ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے اور جو اس صورت کے وصف پر زائد ہے جو اس کے اور دوسرے حیوانوں کے درمیان مشترک ہے۔ اور اسی طرح نباتات کے انواع میں سے ہر ایک نوع کے لئے بھی ایسا ہی ہے۔

پس اسے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ اجسام محسوسہ جو عالم

ہو اور اس میں مذکورہ امتداد سے کوئی اور معنی زائد نہ ہو۔ اور وہ ساری صورتوں سے یکسر خالی ہو۔ پھر اس نے ان تینوں چھوتیں میں امتداد پر غور کیا۔ کیا جسم کے بعینہٖ یہی معنی ہوتے ہیں بغیر کسی دوسرے معنی کے اضافہ کے۔ یا ایسا نہیں ہے۔ تو اس نے دیکھا کہ اس امتداد کے علاوہ دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ معنی وہی ہیں جس میں کہ امتداد پایا جاتا ہے۔ اور یہ ممکن نہیں کہ امتداد بنفسہٖ قائم ہو جیسا کہ وہ شے جو امتداد سے متصف ہے امتداد کے بغیر بنفسہٖ قائم ہے۔ اس نے بعض محسوس اجسام جو صاحب صور ہیں ان کو دیکھ کر یہ نتیجہ نکالا مثلاً مٹی اس نے دیکھا کہ جب مٹی سے کوئی شکل بنائی جاتی ہے مثلاً گولا تو اس میں اس کی مناسبت سے طول عرض اور عمق ہوتا ہے۔ اور اگر پھر وہی گولا مکعب کی شکل میں تبدیل کر دیا جاتا ہے یا بیضاوی شکل میں تو یہ طول اور یہ عرض اور یہ عمق بدل جاتا ہے اور وہ دوسرے انداز پہ ہو جاتا ہے اس سے مختلف جو وہ پہلے تھا۔ اور مٹی بعینہٖ ایک ہی ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ البتہ اس میں طول عرض اور عمق لازمی ہے چاہے وہ جس تناسب پر ہو۔ اور وہ اس سے خالی نہیں ہو سکتی۔ البتہ اس کے سامنے اس کے مختلف صورتوں میں آنے سے اس پر یہ بات واضح ہوئی کہ وہ اس کے خیال میں ایک معنی ہے۔ اور اس سبب سے

میں ایک چیز ایسی ہے جو سب میں مشترک ہے۔ اور وہ ہی جسمیت کی خصوصیت۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ مشترک خصوصیت ایسی ہوگی جو ان اوصاف سے خالی ہو جن کے ذریعہ سے ان چاروں میں سے ہر ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ غرض یہ ممکن نہیں کہ وہ اوپر یا نیچے حرکت کرے۔ نہ وہ ٹھنڈی ہوگی نہ گرم۔ نہ خشک ہوگی نہ تر۔ اس لئے کہ ان اوصاف میں سے کوئی سارے اجسام کو عام نہیں۔ نہ جسم کے لئے یہ وہ شئے نہیں ہے جس کی وجہ سے وہ جسم ہے۔ پس اگر یہ ممکن ہے کہ جسم کا وجود ہو اور اس میں کوئی ایسی صورت جو جسمیت پر زائد ہو نہ ہو تو ان صفات میں سے کوئی صفت اس میں نہ ہوگی۔ اور اس میں جو بھی صفت ہوگی وہ ضرور ہی سارے اجسام کو (جو مختلف صور کے ساتھ متصور ہو سکتے ہیں) عام ہوگی۔ پس اس نے سوچا کہ کیا وہ کوئی ایسا واحد وصف پا سکتا ہے جو سارے اجسام کو (خواہ وہ جامد ہوں یا زندہ) عام ہو۔ تو اسے کوئی ایسی چیز جو سارے اجسام کو عام ہو سکتی نہیں ملی سوائے امتداد کے معنی کے۔ جو سارے اجسام میں موجود ہے، جو تین جہتوں میں پایا جاتا ہے جنہیں طول عرض اور عمق سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس اس نے یہ جانا کہ یہ معنی جسم کو جسم کی حیثیت سے حاصل ہے لیکن اسے کسی ایسے جسم کے وجود کا مشاہدہ نہیں ہوا جو صرف اسی صفت سے متصف

پہنچ گیا اور محسوسات کو اس نے کسی حد تک چھوڑ دیا اور عالم عقلی کے صحرا میں پہنچ گیا تو اسے وحشت ہوئی اور وہ عالم حس کی طرف مشتاق ہوا جس سے کہ وہ مانوس ہو چکا تھا۔ پس وہ تھوڑی دیر کے لئے پیچھے لوٹا اور اس نے علی الاطلاق جسم کو چھوڑ دیا کیونکہ وہ ایک ایسا امر ہے جس کو حس ادراک نہیں کر سکتی اور نہ اسے حاصل کر سکتی ہے۔ اب ان اجسام محسوسہ میں سے جو اس کے مشاہدہ میں آئے تھے اس نے سب سے زیادہ بسیط کو لیا اور یہ چار تھے جن پر کہ اس کی نظر ٹھہری سب سے پہلے اس نے پانی پر غور کیا اس نے دیکھا کہ اگر وہ اس حالت پر چھوڑ دیا جائے جس کا اس کی صورت تقاضا کرتی ہے تو اس میں ایک محسوس خنکی اور نیچے کی طرف گرنے کا میلان ظاہر ہوگا۔ پس جب اسے آگ سے یا سورج کی حرارت سے گرم کیا جائے تو اول اس سے ٹھنڈک ختم ہو جائے گی مگر نیچے گرنے کا میلان باقی رہے گا۔ پھر جب زیادہ شدت سے گرم کیا جائے گا تو اس سے نیچے گرنے کا میلان بھی ختم ہو جائے گا اور اس میں اوپر چڑھنے کا میلان پیدا ہو جائے گا۔ غرض اس سے وہ دونوں وصاف ضائع ہو گئے جو کہ اس سے اسکی صورت کے سبب ہمیشہ صادر ہوتے تھے۔ اوراسکی صورت کے بارے میں وہ ان دونوں فعلوں کے صدور کے علاوہ اور کوئی بات نہیں معلوم کر سکا۔ جب یہ دونوں فعل زائل ہو گئے تو صورت کا حکم باطل ہو گیا

کہ وہ ان سے بالکل خالی نہیں ہوسکتی اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ اس کی حقیقت ہے۔ پس اس غور و فکر سے اس پر یہ حقیقت واضح ہوئی کہ جسم بہ حیثیت جسم حقیقت میں دو معنی سے مرکب ہے۔ ایک وہ جو اس کے ساتھ وہی درجہ رکھتا ہے جو اس مثال کے بموجب گولے میں مٹی کو حاصل ہے۔ اور دوسرے کو وہ مقام حاصل ہے جو طول عرض اور عمق کو اس گولے میں یا مکعب میں (یا وہ جس شکل پر بھی ہو اس میں) حاصل ہے۔ نیز یہ کہ جسم ان دونو وصفوں کی ترکیب کے بغیر قابل فہم نہیں ہے اور یہ کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے مستغنی نہیں ہے۔ لیکن وہ چیز جو تبدیل ہونے والی ہے اور مختلف شکلوں میں منتقل ہونے والی ہے وہ معنی امتداد ہے۔ وہ اس صورت سے مشابہ ہے جو صورت والے سارے اجسام میں پائی جاتی ہے۔ اور جو شے ایک ہی حال پر باقی رہتی ہے (وہی جو مذکورہ بالا مٹی کے بمنزلہ ہے) وہ جسمیت کے معنی کے مشابہ ہے جو سارے صاحب صور اجسام میں پایا جاتا ہے۔ اور یہ چیز جو اس مثال میں مٹی کے بمنزلہ ہے وہ وہی ہے جس کو فلاسفہ مادہ اور ہیولیٰ کہتے ہیں اور یہ تمام صور سے خالی ہوتا ہے۔

(۱۰)

دلائل وجود باری تعالیٰ | جب اس کا غور و خوض اس حد کو

صادر ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں جو اس میں پہلے نہیں تھیں مثلاً کیفیات اور حرکات اور ایک فاعل جو ان کو وجود میں لاتا ہے ان کے نہ ہونے کے بعد۔ پس جسم کی صلاحیت بعض حرکات کے لئے بعض کے سوا اس کی استعداد ہے مع اس کی صورت کے۔ اسے ساری صورتوں میں ایسی ہی بات معلوم ہوئی تو اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اشیا سے صادر ہونے والے افعال حقیقت میں ان سے نہیں ہوتے بلکہ وہ کسی ایسے فاعل کے سبب ہوتے ہیں جو ان میں وہ افعال پیدا کرتا ہے جو ان کی طرف منسوب ہیں۔ اور یہ بات جو اسے معلوم ہوئی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول ہے کہ میں اس کا کان بنجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور میں اس کی آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور قرآن شریف میں ہے: "پس تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا۔ اور تم نے نہیں پھینکا جبکہ تم نے پھینکا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔"

پس جب اسے فاعل کی بابت معلوم ہوا جو کچھ معلوم ہوا اجمال کے ساتھ بغیر تفصیل کے تو اسے تفصیل سے اسے جاننے کا ولولہ آمیز شوق پیدا ہوا۔ اور وہ اب تک اپنے آپ کو عالم محسوس سے الگ نہیں کر سکا تھا اس لئے اس نے اس فاعل مختار کی تلاش محسوسات میں کرنی شروع کی۔ اور وہ نہیں جانتا تھا کہ آیا وہ

اور اس جسم سے پانی کی صورت ختم ہو گئی۔
جب اس کے سامنے وہ افعال ظاہر ہوئے جن کی شان یہ تھی کہ وہ دوسری صورت سے ظاہر ہوا کرتے تھے اور دوسری صورت وقوع میں آ گئی اس کے بعد کہ وہ نہیں تھی اور اس صورت میں اس سے وہ افعال صادر ہوئے جو اس سے اس وقت صادر نہ ہوتے جبکہ وہ اپنی اول صورت پر ہوتا تو اس نے ضروری طور پر یہ جانا کہ ہر حادث کے لئے محدث کا ہونا لازمی ہے۔ تو اس کے دل میں اس طرح غور کرنے سے صورتوں کا ایک فاعل مرتسم ہو گیا۔ اور یہ ارتسام عام اور بلا تفصیل کے تھا۔ پھر اس نے ان صورتوں پر غور کیا جن کو وہ پہلے سے جانتا تھا۔ ایک ایک صورت الگ الگ۔ اس نے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک حادث ہے اور یہ کہ ان کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ایک فاعل ہو۔ پھر اس نے صورت والی چیزوں پر غور کیا تو اس نے نہیں پایا کہ وہ جسم کی استعداد سے زیادہ کوئی چیز ہیں۔ استعداد اس بات کی کہ اس سے وہ فعل صادر ہو۔ مثلاً پانی جب اس کو زیادہ گرمی پہنچائی جاتی ہے تو اس میں اوپر کی طرف حرکت کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کے قابل ہو جاتا ہے۔ پس یہی استعداد اس کی صورت ہے کیونکہ یہاں کوئی شئے نہیں ہے سوائے جسم کے اور کچھ چیزوں کے جو اس سے

چیز جو ان صفات سے الگ نہ ہو وہ جسم ہے۔ پس یہ سب کے سب اجسام ہیں۔ پھر اس نے غور کیا کہ آیا یہ بلا نہایت پھیلے ہوئے ہیں اور طول عرض اور عمق میں بغیر کسی حد کے پھیلتے چلے گئے ہیں یا وہ محدود اور متناہی ہیں ایسی حدود سے جو ان پر ختم ہو جاتی ہیں۔ اور کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کے ماورا بھی کچھ پھیلاؤ ہو۔ تو اسے اس معاملہ میں تھوڑی سی حیرت ہوئی۔ پھر اس نے اپنی نظر کی قوت اور اپنے دل کی ذکاوت سے جان لیا کہ وہ جسم جس کی کوئی انتہا نہ ہو باطل ہے۔ اور ایسی چیز ہے جو ممکن نہیں۔ اور ایسا معنی ہے جو قابل فہم نہیں۔ اور یہ بات اس کے نزدیک بہت سے دلائل سے جو کہ اس کے اور اس کے نفس کے مابین پیدا ہوئے ثابت ہو گئی۔ اور وہ یہ کہ: اس نے اپنے آپ سے کہا کہ جسم سماوی متناہی ہے اس سمت سے جو میرے قریب ہے اور اس کنارے سے جو مجھے نظر آتا ہے۔ پس مجھے اس میں کوئی شک نہیں اس لئے کہ میں اسے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں۔ مگر وہ جہت جو اس سمت کے مقابل ہے۔ اور یہی وہ جہت ہے جس کی بابت میرے اندر شک داخل ہوتا ہے تو اس کے بارے میں میں یہ جانتا ہوں کہ یہ محال ہے کہ وہ بغیر نہایت کے پھیلا ہوا ہو۔ اس لئے کہ اگر میں یہ فرض کروں کہ دو خطوط اس متناہی جہت کی طرف سے شروع ہوتے ہیں اور وہ عین جسم سے ہوتے ہوئے جسم سماوی

ایک ہے یا کثیر۔ پس اس نے اپنے پاس کے سارے اجسام کو بغور دیکھا اور یہی وہ چیزیں تھیں جن میں اس کی فکر ہمیشہ مشغول رہتی تھی۔ تو اس نے ان کو دیکھا کہ وہ کبھی بنتی ہیں اور کبھی بگڑتی ہیں۔ جن چیزوں میں اس نے فساد کلی نہیں پایا ان کے اجزا کے فساد سے وہ آگاہ ہو گیا۔ مثلاً پانی اور زمین چنانچہ اس نے دیکھا کہ ان کے اجزا میں آگ سے فساد پیدا ہو جاتا ہے اور یہی حالت ہوا کی ہے۔ اس نے اسے پایا کہ وہ شدید ٹھنڈک کی وجہ سے فاسد ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس میں سے اولے بنجاتے ہیں۔ پھر پانی بہ نکلتا ہے۔ اور اسی طرح سارے اجسام ہیں جو اس کے قریب تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی اس نے نہیں پایا کہ وہ حدوث سے بری ہو اور ایک فاعل مختار کا محتاج نہ ہو۔ اب اس نے انہیں ویسے ہی چھوڑ دیا اور اس کا فکر اجسام سماوی کی طرف متوجہ ہو گیا اور وہ اس فکر تک اپنی پیدائش کے چار ستون میں پہنچ گیا تھا یعنی اٹھائیسویں سال کے اختتام تک۔

(۱۱)

اجسام سماوی | پس اس نے جانا کہ آسمان اور اس میں جو کچھ بھی ہے تاروں کی قسم سے وہ اجسام ہیں اس لئے کہ تینوں ابعاد یعنی طول عرض اور عمق میں پھیلے ہوتے ہیں ان میں کوئی چیز بھی ان صفات سے خالی نہیں ہے۔ اور ہر وہ

وہ بھی متناہی ہونگے۔ غرض سب کے سب جسم متناہی ہوتے ہیں۔ اب اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ کوئی جسم غیر متناہی ہوتا ہے تو گویا ہم نے ایک باطل اور محال بات فرض کی۔

جب اس کے نزدیک اس کی بلند فطرت کے طفیل جو کہ ان جیسے دلائل پر متنبہ ہوتی تھی یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ جسم سماوی متناہی ہوتا ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ جانے کہ وہ کس شکل کا ہے اور اس کے انقطاع کی کیفیت ان سطوح سے جو کہ اس کی حد بندی کرتی ہیں کیا ہے۔ پس اس نے پہلے سورج، چاند اور سارے ستاروں کی طرف دیکھا تو اس نے سب کو پایا کہ مشرق سے طلوع ہوتے ہیں اور مغرب میں ڈوب جاتے ہیں۔ ان میں سے جو اس کے سر کے اوپر سے گذرتے تھے ان کو اس نے ایک بڑا دائرہ بناتے ہوئے پایا۔ اور جو اس کے سر کی سیدھ سے شمال اور جنوب کی طرف جھکتے ہوئے جاتے تھے ان کو اس نے مقابلتاً چھوٹا دائرہ بناتے ہوئے پایا۔ اور ان میں سے جو اس کے سر کی سیدھ سے کسی طرف زیادہ جھکا ہوا ہوتا تو اس کا دائرہ ان کے دائرہ سے جو اس سے قریب ہوتے چھوٹا ہوتا۔ یہاں تک کہ سب سے چھوٹے دائرے جن پر ستارے حرکت کرتے وہ تھے ایک قطب جنوبی کے گرد اور یہ سہیل کا مدار ہے اور دوسرا قطب شمالی کے گرد اور یہ فرقدین کا مدار ہے۔ اور چونکہ اس کا مسکن خط استوا پر تھا جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اس

کے پھیلاؤ کے مطابق لا انتہا تک چلے جاتے ہیں پھر فرض کیا کہ ان دونوں خطوط میں سے ایک کا ایک بڑا حصہ متناہی جہت کی طرف سے کاٹ لیا جائے پھر جو باقی رہے اسے لے لیا جائے اور اس کنارے کو جہاں سے وہ کاٹا گیا تھا غیر مقطوع خط کے برابر لایا جائے اور مقطوع خط کو غیر مقطوع خط پر رکھ دیا جائے اور ذہن اس طرح ان دونوں کے ساتھ اس جہت کی طرف بڑھے جسے لا متناہی فرض کیا گیا ہے تو یا تو یہ صورت ہوگی کہ دونوں خطوط ہمیشہ بغیر نہایت کے بڑھتے چلے جائیں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے کم نہ ہوگا اور وہ خط جس میں سے ٹکڑا کاٹا گیا ہے وہ بغیر کاٹے ہوئے خط کے برابر ہو جائے گا تو یہ محال ہے۔ اور یا یہ صورت ہوگی کہ ناقص غیر ناقص کے ساتھ ہمیشہ پھیلتا ہوا نہیں چلا جائے گا بلکہ درمیان ہی میں منقطع ہو جائے گا اور اس کے ساتھ پھیلنے سے رک جائے گا تو وہ متناہی ہو جائے گا نہیں اگر وہ حصہ جو کہ اس میں سے پہلے کاٹ لیا گیا تھا وہ پھر اس میں جوڑ دیا جائے اس حالت میں کہ وہ متناہی ہو چکا ہے تو سب کا سب متناہی رہے گا۔ اور اس وقت دوسرے خط سے جس میں سے کچھ کاٹا نہیں گیا ہے اس سے نہ کم ہوگا نہ زیادہ پس وہ اس جیسا ہوگا اور یہ متناہی ہے تو وہ بھی متناہی ہو جائے گا۔ پس وہ جسم جس میں کہ یہ خطوط فرض کئے گئے تھے وہ متناہی ہے اور ایسے سارے اجسام جن میں کہ یہ خطوط فرض کئے جا سکتے ہوں

شکل کی گولائی متحقق ہوگئی۔ اور وہ چاند کی حرکت پر مسلسل غور کرتا رہا تو اس نے اسے مغرب سے شروع ہو کر مشرق کی طرف جاتے ہوئے دیکھا اور سیاروں کی حرکات کو بھی ایسا ہی پایا یہاں تک کہ عالم ہیئت کا بڑا حصہ اس پر واضح ہوگیا۔ اور اس پر یہ بات ظاہر ہوئی ان کی حرکات مختلف افلاک ہی میں ہوتی ہیں جو سب کے سب ایک فلک میں شامل ہیں اور وہ ان میں سب سے بڑا اونچا ہے اور وہ وہی ہے جو سب کو مشرق سے مغرب کی طرف رات اور دن میں حرکت دیتا ہے۔ اور اس کی حرکت اور معرفت کی تفصیل طویل ہے اور وہ کتابوں کے اندر درج ہے اور ہمارے مقصد کے لئے ضروری نہیں ہے مگر جتنا کہ ہم نے بیان کر دیا۔

جب وہ اس معرفت تک پہنچ گیا اور واقف ہوگیا کہ فلک پورے کا پورا اور وہ جس چیز کو شامل ہے سب ایک ہی شے کی طرح ہیں جس کا بعض بعض سے ملا ہوا ہے اور وہ سارے اجسام جن پر وہ پہلے غور کیا کرتا تھا مثلاً زمین، پانی، ہوا نباتات اور حیوان اور ان جیسی دوسری چیزیں وہ سب اس کے اندر ہیں اور اس سے خارج نہیں ہیں اور وہ پورے کا پورا ایک حیوان کے فرد سے سب چیزوں سے زیادہ مشابہ ہے اور اس میں جو روشن تارے ہیں وہ حیوان کے حواس کے بمنزلہ ہیں اور اس میں افلاک کی جتنی بھی قسمیں ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں وہ حیوان کے اعضا کے

سے لئے یہ سارے دائرے افق کی سطح پر زاویہ قائمہ بناتے تھے اور جنوب اور شمال میں یکساں حالت میں تھے۔ اور وہ دونوں قطب اسے ایک ساتھ نظر آتے تھے۔ اور جب کوئی ستارہ کسی بڑے دائرہ پر طلوع ہوتا اور دوسرا ستارہ چھوٹے دائرہ پر طلوع ہوتا اور ان دونوں کا طلوع ہونا ایک ساتھ ہوتا تو وہ دیکھا کرتا کہ ان کا غروب ہونا بھی ایک ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ بات ان سارے ستاروں اور سارے اوقات میں صادق آتی تو اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ آسمان کرہ کی شکل میں ہے اور یہ بات اس کے یقین میں اس سبب سے پختہ ہو گئی کہ اس نے دیکھا کہ سورج اور چاند اور ستارے مغرب میں غائب ہونے کے بعد مشرق کی طرف لوٹتے ہیں اور اس سبب سے بھی کہ اس نے دیکھا کہ وہ اپنے طلوع ہونے اور بیچ میں آنے اور غروب ہونے کے احوال میں ایک ہی جسامت پر نظر آتے ہیں۔ اور اگر ان کی حرکت کرہ کی شکل کے علاوہ کسی اور شکل پر ہوتی تو وہ لامحالہ بعض اوقات میں دوسرے اوقات کے مقابلہ میں اس کی نظر سے زیادہ قریب ہوتے۔ اور اگر ایسا ہوتا تو ان کی جسامت اور ان کی بڑائی اس کے دیکھنے میں مختلف ہوتی اور وہ انہیں قریب ہونے کی حالت میں بعید ہونے کی حالت سے زیادہ وسیع دیکھتا اس وقت اس کے مرکز سے ان کی دوری کے اختلاف کی وجہ سے برخلاف حالت اول کے۔ لیکن جب ان میں سے کوئی چیز بھی نہیں تھی تو اس کے نزدیک

کا پکا اعتقاد کرتا تو اس پر بہت سے اعتراض وارد ہوتے مثلاً لانہایت وجود کا ناممکن ہونا اسی قیاس کے مطابق جس کی رو سے اس کے نزدیک لانہایت جسم کا وجود محال تھا۔ اور اسی طرح وہ دیکھتا تھا کہ یہ وجود حوادث سے خالی نہیں ہے۔ پس اس کا تقدم ان پر ممکن نہیں ہے اور جس کا تقدم حوادث پر ممکن نہ ہو تو وہ بھی حادث ہوگا۔

اور جب وہ حدوث کے اعتقاد پر جمتا تو دوسرے اعتراضات وارد ہوتے اور وہ یہ کہ وہ جانتا تھا کہ اس کے حدوث کا مفہوم اس کے عدم کے بعد قابل فہم نہیں ہے مگر اس معنی میں کہ زمانہ اس پر متقدم ہو۔ اور زمانہ منجملہ عالم ہے اور اس سے غیر منفک ہے۔ پس اس لئے عالم کا زمانہ سے مؤخر ہونا قابل فہم نہیں ہے۔ اور اسی طرح وہ سوچا کرتا کہ جب وہ حادث ہے تو اس کے لئے ایک محدث کا ہونا ضروری ہے اور یہ محدث جس نے کہ اسے پیدا کیا۔ اس نے اسے اب کیوں پیدا کیا اور اس طاری ہونے والی حالت سے جو اس پر واقع ہوئی پہلے اس کو کیوں نہ پیدا کیا۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی شے نہیں تھی۔ اس کو تغیر نے بدل دیا جو اس کی ذات میں پیدا ہوا۔ پس اگر ایسا ہوا تو کس چیز نے یہ تغیر پیدا کیا۔

وہ اس معاملہ میں کئی سال تک سوچتا رہا اور اس کے نزدیک بہت سے دلائل متعارض ہو رہے تھے اور ان دونوں اعتقادوں میں سے کوئی ایک دوسرے پر ترجیح نہیں پاتا تھا۔ جب وہ اس میں

بمنزلہ ہیں اور اس کے اندر جو عالم کون و فساد ہے اس کی حیثیت ان چیزوں کی سی ہے جو حیوان کے جوف میں ہوتی ہیں مثلاً مختلف قسم کے فضلے اور رطوبات جن میں کہ اکثر حیوان پیدا ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ عالم اکبر میں پیدا ہوتے ہیں۔

پس جب اس پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ پورے کا پورا حقیقت میں ایک فرد جیسا ہے اور قائم ہے اور محتاج ہے ایک فاعل مختار کا جس کے نزدیک اس کے کثیر اجزا متحد ہوگئے اسی نقطۂ نظر سے جس سے کہ وہ اجسام جو عالم کون و فساد میں ہیں اس کے نزدیک متحد تھے۔

(۱۲)

عالم کا حادث یا قدیم ہونا اور دونوں سے وجود باری تعالیٰ کا استدلال

اب اس نے عالم پر بہ حیثیت کل غور کیا کہ کیا وہ کوئی ایسی شے ہے جو حادث ہوا یا وقوع میں آیا جبکہ وہ نہیں تھا اور عدم کے بعد وجود میں آیا یا وہ ایسی چیز ہے جو پہلے سے موجود تھا زمانۂ ماضی میں اور عدم اس پر سابق نہیں ہوا تھا کسی اعتبار سے۔ تو اسے اس معاملہ میں شک ہوا اور ان دونوں حکموں میں سے کوئی حکم اس کے نزدیک ایک دوسرے پر مرجح نہیں ہوا۔ اور وہ اس سبب سے کہ جب وہ قدیم ہونے

اس کے لئے محال ہیں اور اجسام کی صفات میں سب سے اول صفت امتداد ہے طول عرض اور عمق میں۔ اور وہ ان چیزوں سے منزہ ہے اور اس صفت کے تابع اجسام کی جتنی صفتیں آتی ہیں ان سے بھی۔ اور اگر عالم کا فاعل ہے تو وہ لامحالہ اُس پر قدرت رکھتا ہے اور اُس کا جاننے والا ہے۔ کیا جس نے پیدا کیا وہ نہیں جانتا اور وہ باریک بین اور خبیر ہے[1]

پھر اس نے سوچا کہ اگر وہ عالم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کرے اور اس کا کہ عدم اس پر سابق نہیں ہوا اور یہ کہ وہ ہمیشہ ویسا ہی رہا جیسا کہ اب ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس کی حرکت قدیم ہو اور آغاز کی طرف اس کی کوئی نہایت نہ ہو اس لئے کہ اس پر سکون سابق نہیں ہوا جس سے کہ اس کا آغاز ہوتا۔ اور ہر حرکت کے لئے ایک محرک ہونا ضروری ہے اور محرک یا تو اجسام میں سے کسی جسم میں قوت ساریہ ہوگی (خواہ وہ جسم خود متحرک کا جسم ہو یا اس سے کوئی خارج جسم ہو) یا وہ ایسی قوت ہوگی جو کسی جسم میں ساری اور پھیلی ہوئی نہ ہو۔ اب ہر وہ قوت جو کسی جسم میں ساری (یا) پھیلی ہوئی ہو وہ جسم کے اعتبار سے منقسم ہوگی اور اس کے زیادہ ہونے سے وہ بھی زیادہ ہوگی۔ مثلاً پتھر میں ثقل جو اس کو نیچے کی طرف حرکت دیتا ہے۔ اگر پتھر دو حصّوں میں بانٹ دیا جائے تو اس کا ثقل بھی دو حصوں میں بٹ جائے گا اور اگر اس پر اس جیسے ایک اور پتھر کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ دوسرے پتھر کے ثقل کے

---

[1] آیت قرآنی ہے جس کو ابن طفیل نے سلسلہ کلام میں استعمال کر لیا ہے۔

عاجز رہا تو اس نے سوچنا شروع کیا کہ ان دونوں اعتقادوں میں سے ہر ایک سے کیا بات لازم آتی ہے شاید وہ چیز جو ان دونوں سے لازم آتی ہے ایک ہی ہو۔ پس اسے یہ معلوم ہوا کہ جب وہ عالم کے حادث ہونے اور عدم کے بعد وجود میں آنے کا اعتقاد کرے تو اس سے جو بات ضرورتاً لازم ہوگی وہ یہ ہے کہ اس کا بذاتِ خود وجود میں آنا ناممکن ہے اور یہ کہ اس کے لئے ایک فاعل کا ہونا ضروری ہے جو اسے وجود میں لائے اور یہ ناممکن ہے کہ حواس میں سے کسی سے اس فاعل کا ادراک کیا جاسکے اس لئے کہ اگر کسی حاسہ سے اس کا ادراک کرلیا گیا تو وہ اور جسموں کی طرح ایک جسم ہوگا اور اگر وہ اور جسموں میں سے ایک جسم ہوا تو وہ منجملۂ عالم ہوگا اور وہ حادث ہوگا اور ایک محدث کا محتاج ہوگا۔ اور اسی طرح اگر یہ محدِث ثانی جسم ہو تو وہ ایک تیسرے کا محتاج ہوگا اور تیسرا چوتھے کا اور یہ سلسلہ بلا نہایت چلا جائے گا اور یہ باطل ہے۔ پس عالم کے لئے لازم ہے کہ اس کا ایک فاعل ہو جو جسم نہ ہو۔ اور جبکہ وہ جسم نہ ہو تو اس کو حواس کے ذریعہ جاننے کی کوئی سبیل نہیں اس لئے کہ حواس خمسہ جسم ہی کا ادراک کرسکتے ہیں یا اس کا جو جسم کے ساتھ لاحق ہو۔ اور جبکہ وہ محسوس نہ ہو تو اس کا خیال بھی نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ تخیل محسوسات کی صورتوں کے احضار کے سوا جبکہ وہ غائب ہوں، کوئی اور چیز نہیں ہے۔ اور جب وہ جسم نہ ہو تو جسم کی صفات ساری کی ساری

کا فاعل ہے، ایسا فاعل جس کے فعل میں کوئی تفاوت نہیں ہے اور نہ کوئی نقص ہے تو وہ لامحالہ اس پر قادر ہے اور اس کا جاننے والا ہے۔

غرض اس کا غور و فکر اس طریقہ سے اسی نتیجہ پہ پہنچا جس پر وہ طریق اول سے پہنچا تھا اور اس معاملہ میں عالم کے قدیم یا حادث ہونے میں اس کے شک نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ اور دونوں طریقوں سے اس فاعل کا وجود صحیح ثابت ہوا جو نہ جسم ہوا ور نہ جسم سے متصل ہو اور نہ ان سے منفصل ہو۔ نہ ان میں داخل ہو اور نہ ان سے خارج ہو اس لئے کہ اتصال اور انفصال اور دخول اور خروج یہ سب کے سب اجسام کے صفات ہیں۔ اور وہ ان سے منزہ ہے اور چونکہ ہر جسم کا مادّہ ایک صورت کا محتاج ہے جس کے بغیر وہ قائم نہیں ہو سکتا اور جس کے بغیر اس کی کوئی حقیقت ثابت نہیں ہو سکتی اور صورت کا وجود خود صحیح نہیں ہو سکتا سوائے فاعل مختار کی جانب سے۔ تو اس پر ساری موجودات کا اس فاعل کی طرف اپنے وجود میں محتاج ہونا ثابت ہو گیا اور یہ کہ کسی شے کا قیام اس کے علاوہ کسی اور سبب سے نہیں ہو سکتا۔ پس وہ ان کی علت ہے اور یہ اس کے معلول ہیں خواہ وہ حادث الوجود ہوں اس کے بعد کہ ان پر عدم سابق ہو چکا ہو یا وہ ایسے ہوں کہ ان کی کوئی ابتدا نہ ہو زماں کی جہت سے اور ان پر عدم کبھی سابق نہ ہوا ہو۔ پس وہ دونوں حالتوں میں معلول ہیں اور فاعل کی طرف محتاج ہیں اور اس کے ساتھ وجود میں متعلق ہیں۔ اگر اس کا دوام نہ ہو تو وہ دائم نہ ہوں گے اور

بقدر ثقل میں زیادہ ہو جائے گا۔ پس اگر یہ ممکن ہو کہ پتھر ہمیشہ لانہایت زیادہ ہوتا چلا جائے تو یہ ثقل لانہایت بڑھتا چلا جائے گا۔ اور اگر پتھر عظیم ہونے میں کسی حد تک پہنچ جائے تو ثقل بھی اس حد تک پہنچ کر رک جائے گا لیکن یہ بات ثابت ہو چکی کہ ہر جسم لامحالہ متناہی ہوتا ہے اس لئے ہر قوت جو جسم میں ہوگی وہ لامحالہ متناہی ہوگی۔ پس اگر ہم کوئی قوت ایسی پائیں جو ایسا فعل کرے جس کی کوئی انتہا نہ ہو تو وہ قوت ایسی ہوگی جو جسم میں نہ ہوگی۔ اور ہم نے فلک کو پایا کہ وہ ہمیشہ حرکت میں ہے ایسی حرکت جس کی انتہا نہیں ہے اور وہ منقطع نہیں ہوتی اس لئے کہ ہم نے اس کو ایسا قدیم فرض کیا ہے جس کی ابتدا نہیں پس اس بات سے یہ واجب ہوا کہ وہ قوت جو اسے حرکت دے رہی ہے وہ اس کے جسم میں نہیں ہے اور نہ وہ اس سے خارج کسی جسم میں ہے۔ لہذا وہ ایک ایسی شے کے سبب سے ہے جو اجسام سے بری ہے اور اوصاف جسمیت میں سے کسی سے متصف نہیں۔

عالم کون و فساد میں پہلے غور و فکر کرنے سے اسے یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ ہر جسم کے وجود کی حقیقت صرف اس کی صورت کی جہت سے ہے جو کہ اس کی استعداد ہے مختلف قسم کی حرکتوں کے لئے۔ اور اس کا وہ وجود جو اس کے مادہ کی جہت سے ہے وہ ایک ضعیف وجود ہے جس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا پس سارے عالم کا وجود اس میں اس محرک کی تحریک کی استعداد کی جہت سے ہے جو مادہ سے اور اجسام کی صفات سے بری ہے اور اس سے منزہ ہے کہ اس کا ادراک حس سے کیا جائے اور اس سے پاک ہے کہ اس تک کوئی خیال پہنچ سکے اور جب وہ فلاک کی مختلف حرکات

کے اندازہ اور اس کی عجیب و غریب صنعت اور لطیف حکمت اور دقیق علم پر تعجب کی راہ سے۔ تو اس پر موجود اشیاء میں سے تھوڑی ہی اشیاء میں (اکثر کا تو ذکر کیا) حکمت کے آثار اور صنعت کی عجوبگی ظاہر ہوئی۔ جس نے اسے انتہائی حیرت اور تعجب میں ڈال دیا اور اس کے نزدیک یہ بات متحقق ہو گئی کہ یہ چیز ایک فاعل مختار جو غایت کمال کا مالک ہو اسی سے صادر ہو سکتی ہے "اس سے آسمانوں اور زمین میں کوئی ذرہ برابر چیز پوشیدہ نہیں ہے اور نہ کوئی اس سے چھوٹی اور نہ کوئی اس سے بڑی"[1]

پھر اس نے حیوانوں کی مختلف قسموں پر غور کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے تمام چیزوں کو ان کی خلقت دی پھر انہیں ہدایت دی ان کے استعمال کی۔ پس اگر وہ انہیں ہدایت نہ دیتا ان اعضا کے استعمال کی جو ان کے لئے مختلف منافع کی خاطر جو ان سے مقصود ہیں بنائے گئے ہیں تو حیوان ان سے منتفع نہیں ہو سکتے تھے اور وہ ان پر بار ہو جاتے۔ تو اس سے اس نے جان لیا کہ وہ سب کریموں سے زیادہ کریم ہے اور سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحیم ہے۔ پھر وہ جب بھی موجودات میں سے کسی میں حسن جمال کمال قوت اور فضائل میں سے کوئی فضیلت خواہ وہ کسی قسم کی ہو دیکھتا تو وہ غور کرتا اور جانتا کہ وہ سب اس فاعل مختار کے فیض سے ہے اور اس کے جود اور اس کے فعل سے ہے۔

پس اس نے جان لیا کہ وہ ہستی جس سے کہ وہ صفات جود وغیرہ

---

[1] آیۂ قرآنی۔

اگر اس کا وجود نہ ہو تو ان کا وجود نہ ہو گا اور اگر وہ قدیم نہ ہو تو یہ قدیم نہ ہونگے اور وہ اپنی ذات میں ان سے غنی ہے اور ان سے بری ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس کی قدرت اور اس کی قوت لا متناہی ہے اور سارے اجسام اور جو چیزیں اجسام سے متصل ہیں یا ان سے کوئی بھی علاقہ رکھتی ہیں وہ متناہی ہیں یا منقطع ہیں۔ پس اس لئے سارا عالم اپنے آسمانوں تاروں اور ان کے درمیان جو کچھ ہے یا ان کے اوپر جو کچھ ہے یا ان کے نیچے جو کچھ ہے ان سب سمیت اس کا فعل ہے اور اس کی تخلیق ہے اور بالذات اس سے مؤخر ہے اگرچہ وہ زمانہ کے اعتبار سے اس سے غیر مؤخر ہو۔ جیسے تم اگر اپنی مٹھی میں کوئی بھی جسم لے لو پھر اپنے ہاتھ کو حرکت دو تو یہ جسم لامحالہ تمہارے اپنے ہاتھ کی حرکت کے تابع حرکت کرے گا۔ ایسی حرکت جو تمہارے ہاتھ کی حرکت سے بالذات مؤخر ہو گی اگرچہ وہ زمان کے اعتبار سے اس سے مؤخر نہ ہو گی۔ بلکہ ان کی ابتدا ایک ساتھ ہو گی۔ پس اسی طرح عالم سارے کا سارا معلول ہے اور مخلوق ہے اس فاعل کا بغیر زمانہ کے۔ اس فاعل کی شان یہ ہے کہ "جب وہ کسی شے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے کہ ہو تو وہ ہو جاتی ہے"[1]

جب اس نے دیکھا کہ ساری موجودات اس کا فعل ہیں تو اس نے ان پر اس جہت سے غور کرنا شروع کیا ان کے فاعل کی قدرت

---

[1] آیۂ قرآنی۔

تھا کنارہ کش ہو گیا۔ یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچ گیا کہ جب کبھی اس کی آنکھ اشیاء میں سے کسی شے پر پڑتی اور وہ اس میں صنعت کے آثار کا مشاہدہ کرتا تو فوراً ہی اس کی فکر صانع کی طرف منتقل ہو جاتی اور وہ مصنوع کو چھوڑ دیتا۔ آخر کار اس کا شوق اس کی طرف بہت زیادہ بڑھ گیا اور اس کا قلب اس ادنیٰ اور محسوس عالم سے بالکل کٹ گیا اور ارفع اور عقلی عالم سے وابستہ ہو گیا۔

(۱۳)

ہستی واجب الوجود کے علم کا ذریعہ (انسان کی غیر مادّی ذات)

پس جب اس کو اس موجود بلند اور ثابت الوجود کا علم ہوا جس کے وجود کا کوئی سبب نہیں اور وہ تمام اشیاء کے وجود کا سبب ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ معلوم کرے کہ کس چیز کے ذریعہ اس کو یہ علم حاصل ہوا ہے اور اس نے کس قوت کی مدد سے اس موجود کا ادراک کیا ہے۔ تو اس نے اپنے سارے حواس پر غور کیا اور یہ سامعہ باصرہ شامّہ ذائقہ اور لامسہ ہیں۔ پس اس نے دیکھا کہ یہ سب کے سب کسی چیز کا ادراک نہیں کرتے سوائے جسم کے یا وہ جو جسم میں ہو مثلاً کان مسموعات کا ادراک کرتا ہے اور یہ وہ شے ہے جو اجسام کے اتصادم کے وقت ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے۔ اور آنکھ صرف رنگوں کا ادراک کرتی ہے اور شامّہ بوؤں کا ادراک کرتا ہے۔ اور ذائقہ ادراک کرتا ہے مزے کا اور لمس ادراک

صادر ہوتی ہیں وہ اپنی ذات میں ان کے مقابلہ میں زیادہ عظیم، اکمل، اتم، احسن اور زیادہ صاحب جمال اور زیادہ صاحب دوام ہی اور یہ کہ ان صفات کی ان کی طرف کوئی نسبت نہیں ہی پس وہ کمال کی ساری صفات پر غور کرنے لگا تو اس نے ان کو اس کی طرف سے اور اس سے صادر ہوتا ہوا سمجھا اور اس نے دیکھا کہ وہ ان صفات کا ان سب کے مقابلہ میں جن کی ان صفات سے توصیف کی جاتی ہی زیادہ حقدار ہے۔

پھر اس نے نقص کی تمام صفات پر غور کیا تو اس نے اس کو ان سے بری اور منزہ پایا اور وہ کیسے ان سے بری نہ ہوتا جبکہ نقص کے معنی عدم محض یا جو کچھ عدم سے تعلق رکھتا ہو اس کے سوا کچھ نہیں اور عدم کو اس سے کیسے تعلق یا ملابست ہو سکتی ہی جو کہ موجود محض ہو، جو بالذات واجب الوجود ہو، جو ہر ذی وجود کو وجود بخشنے والا ہو۔ کوئی وجود نہیں ہی سوائے اس کے پس وہی وجود ہے وہی کمال ہی وہی تمام ہی وہی حسن ہی وہی جمال ہی وہی قدرت ہی اور وہی وہ ہے۔ اور ہر چیز اس کے علاوہ فنا ہونے والی ہی۔ غرض اس کی معرفت اس حد تک پہنچ گئی اس کی پیدائش کے پانچویں ستہ پر یعنی اس کی عمر کے پینتیسویں سال۔

اس [illegible] کی بات اس کے قلب میں اتنی راسخ ہو گئی کہ اس نے سوائے اس کے ہر دوسری چیز میں اسے غور کرنے سے روک دیا۔ اور وہ موجودات میں غور و فکر اور تحقیق و تجسس سے جس میں کہ وہ پہلے

ذات کی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کی ذات کی حقیقت وہ شے ہے جس کے ذریعہ سے اس نے وجود مطلق اور واجب الوجود کا ادراک کیا۔

انسان کی غیر مادی ذات کی بقا (۱۴) اور جزا و سزا

پس جب اس نے جان لیا کہ اس کی ذات یہ متجسم شے نہیں ہے جس کا کہ وہ اپنے حواس سے ادراک کرتا ہے اور جس کو اس کی کھال احاطہ کئے ہوئے ہے تو اس کا تمام جسم اس کے نزدیک حقیر ہو گیا اور اس نے اس شریف ذات میں غور کرنا شروع کیا جس کے ذریعہ سے اس نے اس باشرف ہستی یعنی واجب الوجود کا ادراک کیا اور اس نے اپنی ذات کے ذریعہ سے اس شریف ذات میں غور کرنا شروع کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ فنا ہو جائے یا فاسد ہو جائے یا اس پر اضمحلال طاری ہو جائے یا وہ دائم البقا ہے۔ پس اس نے دیکھا کہ فساد اور اضمحلال جسم کی صفات میں سے ہیں یعنی وہ ایک صورت کو چھوڑ دیتے ہیں اور دوسری صورت سے جڑ جاتے ہیں۔ مثلاً پانی ہوا بن جاتا ہے اور ہوا پانی بن جاتی ہے۔ نباتات مٹی یا راکھ بن جاتے ہیں۔ اور مٹی نباتات بن جاتی ہے۔ پس یہی فساد کے معنی ہیں۔ مگر وہ شے جو جسم نہیں ہے اور اپنی ساخت میں کسی جسم کی محتاج نہیں ہے اور وہ بالکلیہ جسمیات سے منزہ ہے تو اس کے فساد کا بالکل تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

کرتا ہے سختی، نرمی کھُردرے پن اور چکناہٹ کا اور اسی طرح قوت متخیلہ
کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی سوائے اس کے جس میں طول عرض اور عمق
ہو۔ اور یہ ساری ادراک کی جانے والی چیزیں اجسام کی صفات میں
سے ہیں۔ اور ان حواس کے اختیار میں ان چیزوں کے علاوہ کسی اور
چیز کا ادراک نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ قوتیں چونکہ اجسام میں پھیلی
ہوئی ہیں اور ان کے منقسم ہونے سے تقسیم ہو جاتی ہیں لہذا وہ قابل
تقسیم جسم ہی کا ادراک کر سکتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ قوتیں جبکہ قابل تقسیم
شئے میں پھیلی ہوئی ہیں تو لامحالہ جب وہ کسی شئے کا ادراک کرتی ہیں تو
وہ ان کے انقسام کے ساتھ تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس سبب سے جسم کی ساری
قوتیں جسم ہی کا ادراک کر سکتی ہیں یا اس کا جو جسم میں ہو اور یہ بات واضح
ہو چکی کہ یہ موجود جو کہ واجب الوجود ہے اجسام کی صفات سے تمام
پہلوؤں سے بری ہے۔ پس اس لئے اس کے ادراک کی کوئی سبیل
نہیں سوائے اس چیز کے ذریعے جو نہ جسم ہو نہ جسم میں کوئی قوت ہو اور
نہ اس کو اجسام سے کسی طرح کا تعلق ہو اور نہ وہ ان میں داخل ہو اور
نہ ان سے خارج ہو، نہ ان سے متصل ہو نہ ان سے منفصل ہو۔ اور یہ
بات ظاہر ہو چکی تھی کہ اس نے اس کا بذات خود ادراک کیا اور اس کی معرفت
اس کے نزدیک راسخ ہو گئی تھی۔ تو اس پر اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اس
کی وہ ذات جس کے ذریعہ سے اس نے اس کا ادراک کیا ایک غیر جسمی امر ہے
اور اجسام کی صفات میں سے کوئی صفت اس کے لئے جائز نہیں اور یہ کہ اس کی
ظاہر ذات جس سے وہ جسمیات میں سے ہر چیز کا ادراک کرتا ہے وہ اس کی

رہے گا۔ اس لئے کہ اس نے اس مدرک کو پہلے پہچان لیا ہے۔ اور اس سے اس کو تعلق ہوگیا ہے۔ اور اس کی طرف مشتاق ہوگئی ہے مثلاً وہ آدمی جو سجھلا تھا پھر اندھا ہوگیا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ مبصرات کا مشتاق رہتا ہے۔ اور شئے مدرک جتنی زیادہ مکمل احسن اور جمیل ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ اس کی طرف شوق ہوتا ہے اور اس کے نہ ملنے سے اتنا ہی زیادہ تکلیف کا احساس ہوتا ہے اور اسی لئے جو شخص رویت کے بعد اپنی بصیرت کھو دیتا ہے۔ اس کی تکلیف کا احساس اس اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ ہوتا ہے جو اپنے شامّہ کو کھو دے کیونکہ وہ اشیا جن کا ادراک آنکھ کرتی ہے۔ وہ زیادہ مکمل اور احسن ہوتی ہیں ان اشیاء سے جن کا ادراک شامہ کرتا ہے۔

پس اگر کوئی ایسی چیز ہو جس کے کمال حسن و جمال اور تابانی کی کوئی انتہا نہ ہو اور وہ تمام حسن و جمال پر فائق ہو۔ اور سارے وجود میں کوئی کمال حسن تابانی یا جمال نہ ہو۔ مگر یہ کہ وہ صادر ہوتا ہو اس کی جہت سے اور اس کی طرف سے اس کا فیضان ہوتا ہو۔ پس جس نے اس شے کا ادراک کھو دیا۔ اس کو پہچاننے کے بعد تو وہ جب تک اس سے کھوئے رہے گا اس وقت تک لامحالہ ایک ایسی تکلیف میں رہے گا جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔ اس کے برخلاف وہ شخص جو کہ اس کا ہمیشہ ادراک کر رہا تھا۔ وہ ایک ایسی لذت میں ہوگا جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ اور ایک ایسے عیش میں ہوگا جس کی کوئی انتہا نہ ہوگی اور ایسے سرور اور

جب اس کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس کی حقیقی ذات
میں فساد ممکن نہیں ہے تو اس نے ارادہ کیا کہ وہ جانے کہ اس کا کیا
حال ہوگا۔ جب وہ بدن کو چھوڑ دے گی اور اس سے نکل جائے گی
اور اس پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ وہ بدن کو نہیں چھوڑے گی سوائے
اس حالت کے جبکہ وہ اس کے لئے آلہ نہیں بن سکے گا۔ پس اس نے
سارے قوائے مدرکہ پر غور کیا تو اس نے ہر ایک کو پایا کہ وہ کبھی
بالقوت مدرکہ ہوتے ہیں اور کبھی بالفعل۔ مثلاً آنکھ دیکھی جانے والی
چیز سے چشم پوشی اور اعراض کی حالت میں بالقوت مدرکہ ہوتی ہے اور
بالقوت مدرکہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس وقت تو ادراک نہیں
کرے گی اور مستقبل میں ادراک کرے گی۔ اور اپنے کھل جانے کی
حالت میں اور شئے مرئی کی طرف توجہ کرنے کی حالت میں وہ بالفعل
مدرکہ ہو جائے گی۔ اور بالفعل مدرکہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ اس وقت
ادراک کر رہی ہے۔ اور اسی طرح ان قوتوں میں سے ہر ایک قوت
بالقوت اور بالفعل ہوتی رہتی ہے۔ اور ان قوتوں میں سے ہر وہ قوت
جس نے کبھی بالفعل ادراک نہ کیا ہو تو وہ جب تک بالقوت رہے گی
اپنی مخصوص شئے کے ادراک کا اس میں کوئی اشتیاق نہ ہوگا کیونکہ
اس نے اس کو پہچانا نہیں۔ مثلاً وہ شخص جو کہ اندھا پیدا کیا گیا۔ اور
اگر اس نے کبھی بالفعل ادراک کیا تھا اور پھر وہ بالقوت بن گئی تو
وہ جب تک بالقوت رہے گی اس میں بالفعل ادراک کا اشتیاق

میں اس نے اس وجود کو پہچان لیا تھا اور جان لیا تھا کہ وہ کس کمال عظمت تسلط اور قوت کا مالک ہے مگر یہ کہ اس نے اس سے اعراض کیا اور اپنی خواہش کی پیروی کی یہاں تک کہ اس کو اس کی موت نے آ لیا اور وہ اسی حال میں تھا تو وہ مشاہدہ سے محروم کر دیا جائے گا۔ درانحالیکہ اس کو مشاہدہ کا شوق ہو گا۔ تو وہ طویل عذاب میں اور ایسی تکلیف میں جس کی کوئی انتہا نہ ہو پڑا رہے گا۔ اب یا تو یہ ہو گا کہ وہ طویل مشقت کے بعد اس تکلیف سے نجات پا جائے۔ اور جس کا وہ اس سے پہلے مشتاق تھا اس کا مشاہدہ کر لے۔ یا یہ ہو گا کہ وہ ان تکلیفوں میں ہمیشہ پڑا رہے۔ اپنی حیات جسمانی میں اس نے اپنے آپ کو ان دونوں صورتوں میں سے جس کے لائق بنایا ہو گا اسی کے اعتبار سے اس کی حالت ہو گی۔

تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ شخص جس نے اپنے بدن سے مفارقت سے پہلے اس واجب الوجود کی ذات کو پہچان لیا تھا۔ اور اس کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا تھا۔ اور ہمیشہ اس کے جلال حسن جمال پر غور و فکر کیا کرتا تھا۔ اور اس سے اعراض نہیں کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ موت نے اس کو آ لیا۔ اور وہ توجہ اور بالفعل مشاہدہ کے حال میں تھا پس جب وہ بدن کو چھوڑے گا تو وہ ایسی لذت میں رہے گا جس کی کوئی انتہا نہ ہو گی۔ اور اس ذات واجب الوجود کی ذات کے پیہم مشاہدہ سے اتصال کی بنا پر وہ ایک دائمی سرور فرحت اور

بہجت میں ہوگا۔ جس کی کوئی حد نہ ہوگی۔

اس پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ واجب الوجود کی ذات تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ اور صفات نقص سے منزہ اور بری ہے اور یہ بات بھی واضح ہو گئی تھی کہ وہ شے جس کے ذریعہ سے وہ اس کے ادراک تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ اجسام کے مشابہ نہیں ہے اور نہ ان کے فساد سے وہ فاسد ہوتی ہے۔

اس سے اس پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ اگر کوئی شخص ہے جس کو اس جیسی ذات حاصل ہے جو اس جیسے ادراک کی صلاحیت رکھتی ہے اور وہ موت کے سبب سے اپنے بدن کو چھوڑ دیتا ہے تو اگر وہ اس سے پہلے بدن پر حکمرانی کی مدت میں اس واجب الوجود کی ذات سے کبھی متعارف نہیں ہوا۔ اور نہ اس سے ملا اور نہ اس کے بارے میں سنا تو بدن کو چھوڑنے کے بعد بھی وہ اس ذات سے نہ ملے گا۔ اور نہ اس سے محرومی کی تکلیف محسوس کرے گا۔ کیونکہ سارے قوائے جسمانی جسم کے بیکار ہونے سے باطل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ ان قویٰ کے مقتضیات کا بھی اشتیاق نہیں رکھتے اور نہ ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اور نہ ان سے محرومی کی تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ بے زبان جانوروں کی حالت ہے۔ اس میں سب برابر ہیں۔ خواہ وہ انسان کی صورت پر ہوں یا نہ ہوں۔

یا دوسری صورت یہ ہوگی کہ اس سے پہلے بدن پر حکمرانی کی مدت

یا کوئی خیال اس کے سامنے آجاتا، یا اس کے کسی عضو میں کوئی تکلیف ہو جاتی یا اسے بھوک پیاس لگتی یا سردی یا گرمی محسوس ہوتی یا اسے حوائج ضروریہ کے لئے اٹھنا پڑتا تو اس کے غور و فکر میں خلل پڑتا اور جس حال میں ہوتا اس سے باہر ہونا پڑتا۔ اور وہ جس مشاہدہ کی حالت میں تھا اس میں اس کے لئے لوٹنا مشکل ہو جاتا۔ اور پھر وہ بڑی مشقت سے اس حال میں آپاتا۔ پس وہ ڈرتا کہ کہیں اچانک اسے موت نہ آجائے اور وہ اعراض کی حالت میں ہو تو وہ دائمی شقاوت اور جدائی کی اذیت کو پہنچ جائے۔

اسے اپنا یہ حال بہت تکلیف دہ معلوم ہوا۔ اور کوئی چارۂ کار اس سے نہ بن پڑا۔ پس وہ مختلف قسم کے حیوانات اور ان کی جد و جہد پر غور و فکر کرنے لگا تاکہ شاید وہ کسی میں یہ پائے کہ وہ اس وجود کا شعور رکھتا ہے اور اس کی طرف کوشش کرتا ہے تو اس سے وہ وہ چیز سیکھے جو اس کی نجات کا ذریعہ بن سکے۔ تو اس نے سب جانوروں کو پایا کہ وہ صرف اپنی غذا کی تحصیل اور اپنی شہوات کی تسکین میں مشغول رہتے ہیں یعنی کھانا پینا اور جنسی تعلق اور سایہ میں ہونا اور گرمی حاصل کرنا اور اسی میں دن رات اپنی موت تک اور اپنی مدت کے خاتمہ تک جد و جہد کرتے رہتے ہیں۔ اور اس نے ان میں سے کسی کو ایسا نہیں پایا

خوش حالی میں رہے گا۔ اور یہ مشاہدہ کدورتوں اور آمیزشوں سے پاک ہوگا۔ اور اس سے وہ ساری باتیں زائل ہو جائیں گی جن کا تقاضا جسمانی امور میں سے یہ جسمانی قوی کرتے ہیں اور جو اس کی موجودہ حالت کے اعتبار سے تکلیفوں برائیوں اور موانع کا حکم رکھتے ہیں۔

جب اس پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ اس کی ذات کا کمال اور اس کی لذت صرف واجب الوجود کے دائمی اور بالفعل مشاہدہ میں ہے یہاں تک کہ وہ پلک جھپکانے کی حد تک بھی اس سے اعراض نہ کرے اور اسے ایسی حالت میں موت آئے جبکہ وہ بالفعل مشاہدہ میں ہو تاکہ اس کی لذت مسلسل جاری رہے اور اس کے درمیان کوئی تکلیف حائل نہ ہو۔ اور اسی کی طرف صوفیوں کے شیخ اور امام جنید نے اپنی موت کے وقت اپنے اصحاب کو مخاطب کرتے ہوئے اس قول سے اشارہ کیا۔ "یہ وہ وقت ہے جب اللہ اکبر کہنا شروع کرنا چاہیئے" اور یہ کہہ کر انہوں نے نماز کی نیت باندھ لی پھر اس نے سوچنا شروع کیا کہ اس بالفعل مشاہدہ کو وہ ہمیشہ کیسے قائم رکھے۔ یہاں تک کہ اس میں کوئی غفلت واقع نہ ہو۔ پس وہ اس وجود میں جیسا کہ وہ ہے ہر گھڑی مسلسل غور و فکر کرنے لگا۔ سوائے اس کے کہ محسوسات میں سے کوئی شے اس کی نظر کے سامنے آجاتی یا کسی حیوان کی آواز اس کے کانوں کو چیرتی

مثل ہیں جو عارف ہے۔ اور ان کے لئے اس جیسی ذاتیں جو جسمانیت سے بری ہوں کیوں نہ ہوں گی جبکہ وہ اس جیسے کے لئے ہوتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ اس میں ضعف پایا جاتا ہے اور وہ محسوس امور کی طرف شدت احتیاج رکھتا ہے اور وہ بھی منجملہ قابل فساد اجسام کے ہے اور باوجود اس کے کہ اس میں نقص ہے پھر بھی اس چیز نے اسے اس سے نہیں روکا کہ اس کی ذات اجسام سے بری اور فساد سے پاک ہو۔ تو اس طرح اس پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ اجسام سماوی اس کے مقابلہ میں اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اور اس نے یہ جانا کہ وہ اس واجب الوجود کی ذات کو پہچانتے ہیں۔ اور اس کا ہمیشہ بالفعل مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے کہ وہ موانع جنہوں نے کہ اس کو دائمی مشاہدہ سے محروم کر دیا یعنی عوارض محسوسہ ان جیسی چیزیں اجسام سماوی کے لئے نہیں پائی جاتی ہیں۔

پھر اس نے سوچا کہ ساری انواع حیوانات میں سے وہی کیوں اس ذات کے لئے مخصوص کر دیا گیا جس کے ذریعہ سے وہ اجسام سماوی کے مشابہ ہو گیا۔ اور اس پر پہلے ہی عناصر کی حقیقت واضح ہو چکی تھی۔ اور یہ کہ جو کچھ بھی زمین پر ہے وہ اپنی صورت پر باقی نہیں رہتا۔ بلکہ کون اور فساد اس پر ہمیشہ یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں۔ اور یہ کہ ان اجسام میں سے اکثر متضاد اشیاء سے مرکب اور مخلوط ہیں۔ اس لئے ان کا انجام کار فساد ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ

کہ وہ اس راہ سے منحرف ہوتا ہو اور کسی اور چیز کے لئے کسی وقت بھی کوشش کرتا ہو۔ پس اس پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب اس موجود کا کوئی شعور نہیں رکھتے اور نہ اس کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ اور نہ وہ کچھ بھی اس کے بارے میں جانتے ہیں اور یہ کہ وہ سب کے سب فنا ہو جائیں گے۔ یا عدم کی جیسی حالت میں ہو جائیں گے۔

جب اس نے حیوانوں کے بارے میں یہ بات طے کر لی تو اس نے یہ جانا کہ یہ حکم نباتات پر اور بھی زیادہ صادق آتا ہے کیونکہ نباتات کو کوئی ادراک نہیں ہوتا مگر حیوانات کے ادراک کا ایک بہت ہی قلیل جز۔ اور جب اکمل ادراک کے اعتبار سے اس معرفت کو نہیں پہنچا تو ناقص کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اور مزید یہ کہ اس نے دیکھا کہ نباتات کے افعال سارے کے سارے غذا اور تولید سے آگے نہیں بڑھتے۔

پھر اس نے اس کے بعد تاروں اور افلاک کی طرف دیکھا پس ان کی حرکات کو منظم اور ایک ضابطہ پر جاری پایا۔ اور ان کو شفاف اور روشن پایا۔ اور فساد اور تغیر کی قبولیت سے دور۔ تو اسے قوی گمان ہوا کہ اجسام کے علاوہ ان کی ذاتیں ہیں جو اس واجب الوجود کو پہچانتی ہیں۔ اور وہ عارف ذاتیں اجسام نہیں ہیں۔ اور نہ وہ اجسام کے اندر مرتکز ہیں۔ وہ اس کی ذات کی

زندگی دوام ظہور اور قوت کی انتہا پر ہوگی۔ پس وہ شے جو
بالکل معدوم الصورۃ ہو وہ ہیولیٰ اور مادہ ہے۔ زندگی کا کوئی اثر
اس میں نہیں ہے۔ اور عدم کی شبیہ ہے۔ اور وہ شے جو ایک
صورت سے ترکیب پائے وہ وہی چار عناصر ہیں۔ اور وہ عالم
کون و فساد میں سب سے نیچے درجہ پر ہیں۔ اور ان ہی سے
مختلف صورتوں والی اشیا ترکیب پاتی ہیں۔ اور یہ عناصر بہت
ہی ضعیف الحیات ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ صرف ایک ہی
طرح کی حرکت کرتے ہیں۔ اور وہ ضعیف الحیات اس لئے ہیں
کہ ان میں سے ہر ایک کا ایک ضد ہے۔ جس کا عناد قوی ہے۔ جو
اس کی طبیعت کے مقتضا کے مخالف ہے۔ اور چاہتا ہے کہ اس
کی صورت کو تبدیل کردے۔ پس اسی لئے اس کا وجود مستحکم
نہیں ہے اور اس کی زندگی کمزور ہے اور نباتات اس سے زیادہ
قوی حیات کے مالک ہیں اور حیوانات ان سے بھی زیادہ۔ اور یہ
اس لئے کہ ان مرکبات میں سے جس پر کسی عنصر کی طبیعت غالب ہوتی
ہے۔ تو وہ اس کی قوت ہی کے سبب باقی عناصر کے طبائع پر غالب آجاتا ہے اور ان کی
قوتوں کو باطل کردیتا ہے۔ اور یہ مرکب غالب عنصر کے حکم میں آجاتا ہے۔ اس سبب سے وہ زندگی کا بہت
کم اہل ہوتا ہے جیسا کہ اس عنصر میں زندگی کی بہت کم اور خفیف اہلیت ہوتی
ہے اور ان مرکبات میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جن پر ایک عنصر کی
طبیعت غالب نہیں ہوتی۔ اور اس میں عناصر اعتدال اور توازن کی حالت

ان میں کوئی خالص چیز نہیں پائی جاتی اور ان میں سے جو چیز خالص ہونے کے قریب ہوتی ہے جس میں ملاوٹ کا شائبہ نہ ہو تو وہ فساد سے بہت دور ہوتی ہے۔ مثلاً سونے اور یاقوت کا جسم۔ اور یہ کہ اجسام سماوی غیر مرکب اور خالص ہوتے ہیں۔ اسی لئے وہ فساد سے دور ہوتے ہیں اور اور صورتیں ان پر یکے بعد دیگرے طاری نہیں ہوتیں۔

اس پر یہ بات بھی واضح ہوئی کہ عالم کون و فساد میں جتنے بھی اجسام ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی حقیقت جسمیت کے معنی کے اوپر ایک ہی صورت کے اضافہ سے ترکیب پاتی ہے اور یہی ہیں اربعہ عناصر۔ اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی حقیقت اس سے زیادہ سے ترکیب پاتی ہے۔ مثلاً حیوانات اور نباتات۔ پس جس کی ترکیب کم سے کم صورتوں سے ہو۔ اس کے افعال کم سے کم ہوتے ہیں۔ اور وہ حیات سے اتنی ہی دور ہوتی ہے اس لئے کہ اگر بالکل صورت نہ ہو تو اس میں زندگی تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی۔ اور وہ عدم جیسی حالت میں ہو جائے گی۔ اور جس کی حقیقت کی ترکیب زیادہ صورتوں سے ہو تو اس کے افعال زیادہ ہوں گے۔ اور حیات کی حالت میں وہ زیادہ پہنچی ہوئی ہوگی۔ اور اگر یہ صورتیں ایسی ہوں جو اپنے مادہ سے الگ نہ ہو سکتی ہوں جن سے کہ وہ مخصوص ہوگئی ہیں تو اس وقت

اور وہ اس حیوان کی روح قرار پائے گی۔ کیونکہ فی الحقیقت وہ ان عناصر
کے درمیان حالت وسط میں ہے۔ اور اس کی حرکت علی الاطلاق
بلندی یا پستی کی طرف نہیں ہے۔ بلکہ اگر ممکن ہوتا کہ وہ بیچ مسافت میں
رکھدی جاتی جو کہ مرکز اور اس اونچی سے اونچی بلندی جس تک آگ
پہنچ سکتی ہے۔ دونوں کے بیچ میں ہو اور اس پر کوئی فساد واقع نہ ہوتا۔
تو وہ وہیں قائم رہتی اور نہ اوپر جانے کا ارادہ کرتی نہ نیچے جانے کا۔ اور اگر
وہ مکان میں حرکت کرنا چاہتی تو وہ وسط کے گرد حرکت کرتی جیسے کہ اجسام
سماوی حرکت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنی جگہ پر حرکت کرتی تو اپنے نفس پر حرکت کرتی
اور وہ کرہ کی شکل میں ہوتی اس لئے کہ اس کے علاوہ کسی اور چیز کا امکان نہیں
ہے بس وہ اس وقت اجسام سماوی سے بہت زیادہ مشابہ ہوتی۔

جب اس نے حیوانات کے احوال کا جائزہ لیا اور ان میں کوئی علامت
ایسی نہیں پائی جس سے وہ اندازہ کرتا کہ وہ واجب الوجود کی ذات کا شعور
رکھتے ہیں۔ درانحالیکہ وہ اپنی ذات کے بارے میں جانتا تھا کہ اس
کو شعور ہے۔ اس سبب سے اس نے قطعی فیصلہ کر لیا کہ وہی ایسا حیوان ہے
جو معتدل روح والا ہے۔ اور سارے اجسام سماوی کے مشابہ ہے اور
اس پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ انواع حیوانی میں سے ایک نوع ہے۔ اور یہ
کہ وہ کسی اور مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور وہ ایک ایسے کار عظیم
کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ جس کے لئے دوسرے انواع حیوان میں سے
کوئی بھی تیار نہیں کیا گیا۔ اور اس کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ اس کے

میں ہوتے ہیں۔ پس اس لئے ایک دوسرے کی قوت کو اس سے زیادہ باطل نہیں کرتا جتنا کہ دوسرا اس کی قوت کو۔ بلکہ ایک دوسرے میں برابر اثر کرتا ہے۔ اور ایک عنصر کا فعل غالب نہیں ہوتا۔ اور نہ اس پر دوسرا استولی ہوتا ہے۔ پس وہ کسی ایک عنصر کے مشابہ نہیں ہوتا۔ گویا کہ اس کی صورت کا کسی سے تضاد نہیں ہوتا تو اس سبب سے وہ حیات کا اہل بن جاتا ہے۔ اور جب یہ اعتدال زیادہ ہوتا ہے اور مکمل ہوتا ہے اور انحراف سے زیادہ دور ہوتا ہے تو وہ اس سے زیادہ دور ہوتا ہے کہ اس کا کوئی ضد پایا جائے اور اس کی زندگی زیادہ مکمل ہوتی ہے۔

چونکہ روح حیوانی جس کا مسکن قلب ہے شدید معتدل ہوتی ہے اس لئے کہ وہ زمین اور پانی سے زیادہ لطیف اور ہوا اور آگ سے زیادہ غلیظ (یا گاڑھی) ہوتی ہے۔ پس وہ درمیانی حالت کے حکم میں ہوتی ہے اور عناصر میں سے کسی سے اس کا کوئی کھلا تضاد نہیں ہوتا۔ تو وہ اس لئے حیوانی صورت کی استعداد کی اہل بن جاتی ہے۔

غرض اسے معلوم ہوا کہ اس بات سے جو بات لازم آتی ہے وہ یہ ہے کہ روح حیوانی میں جو سب سے زیادہ معتدل ہو وہ اس عالم کون و فساد میں سب سے زیادہ کامل حیات کی استعداد رکھے گی۔ اور وہ اس سے قریب ہوگی۔ کہ کہا جائے کہ اس کی صورت کی کوئی ضد نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ اجسام سماوی کے مشابہ ہوگی۔ جن کی صورتوں کی کوئی ضد نہیں ہے

ہونے میں مخصوص ہوا تو اس نے سوچا کہ اس پر یہ واجب ہے کہ وہ بار بار ان کی طرف دیکھے اور ان کے افعال کی نقل کرے۔ اور ان سے مشابہ ہونے کی اپنے امکان بھر کوشش کرے۔ اسی طرح اس نے دیکھا کہ اس کو اپنے اشرف جزء کے لحاظ سے جس کے ذریعہ سے اس نے واجب الوجود کی معرفت حاصل کی اس سے کسی حد تک مشابہت حاصل ہے اس حیثیت سے کہ وہ اجسام کی صفات سے پاک ہے جیسا کہ واجب الوجود ان سے پاک ہے۔ اس نے یہ بھی سوچا کہ اس پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ جس صورت سے بھی ممکن ہو اپنی ذات کے لئے اس کی جیسی صفات حاصل کرنے کی کوشش کرے اور اس کے اخلاق جیسے اخلاق پیدا کرے۔ اور اس کے افعال کی اقتدا کرے اور اس کے ارادہ کی تنفیذ میں پوری کوشش کرے۔ اور اپنے معاملہ کو اس کے حوالہ کر دے۔ اور اس کے سارے احکام پر دل سے راضی ہو جائے۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اس طرح کہ وہ اس سے خوش ہو جائے۔ اگرچہ اسے اپنے جسم کو تکلیف میں ڈالنا پڑے اور اسے نقصان پہنچانا پڑے اور اپنے بدن کو بالجملہ تلف کر دینا پڑے۔

اسی طرح اس نے دیکھا کہ اپنے ادنیٰ جزء کے ذریعہ جو کہ عالم کون و فساد سے ہے (یعنی اس کا تاریک اور کثیف بدن جو کہ مختلف طرح کی محسوسات یعنی مطعوم مشروب اور منکوح کا مطالبہ کرتا ہے) وہ انواع حیوانی سے ایک طرح کی مشابہت رکھتا ہے اور اس نے

دونوں اجزا میں سے ادنی جز یعنی جسمانی حصّہ جواہر سماویہ سے سب چیزوں کے مقابلہ میں زیادہ مشابہ ہے۔ وہ جواہر سماویہ جو اس عالم کون و فساد سے خارج ہیں جو کہ نقص تغیر اور تبدل کے حوادث سے پاک ہیں۔ اور اس کے دونوں اجزا میں سے اشرف جز وہ شے ہے جس سے کہ وہ واجب الوجود کی ذات کی معرفت حاصل کرتا ہے اور یہ عارف شے ایک ربانی اور الوہی امر ہے نہ اس میں کوئی تغیر ہوتا ہے اور نہ کوئی فساد لاحق ہوتا ہے۔ اور وہ کسی ایسی صفت سے متصف نہیں ہوتی جس سے اجسام متصف ہوتے ہیں۔ نہ تو حواس میں سے کسی حاسّہ سے اس کا ادراک ہوسکتا ہے اور نہ اس کا تصور کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کی معرفت تک اس کے علاوہ کسی اور آلہ سے پہنچا جاسکتا ہے۔ پس وہی عارف ہے اور وہی معروف ہے اور وہی معرفت ہے۔ اور وہی عالم ہے وہی علم ہے اور وہی معلوم ہے۔ ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ اختلاف اور انفصال اجسام کی صفات میں سے ہیں۔ اور ان کے لواحق میں سے اور یہاں کوئی جسم نہیں ہے اور نہ کوئی جسم کی صفت ہے اور نہ کوئی جسم کا لاحق۔

(۱۵)
حی ابن یقظان کی زندگی کا عملی پروگرام یا سہ گونہ تشبہ

پس جب اس پر وہ صورت ظاہر ہوگئی جس سے کہ وہ سارے انواع حیوانات میں سے اجسام سماوی سے مشابہ

مشاہدہ میں ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس حال کو پہنچ جائے کہ اس سے پلک جھپکانے تک بھی غافل نہ ہو۔ پھر اس نے اس صورت پر غور کرنا شروع کیا جس سے اسے یہ دوام حاصل ہو سکے تو اس کے غور و فکر نے اسے بتایا کہ اس پر ان تینوں تشبہات میں عمل کرنا واجب ہے۔

جہاں تک تشبہ اول کا تعلق ہے تو اس کے ذریعہ سے اس کو اس مشاہدہ کا کوئی جز حاصل نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اس کو اس سے پھیرنے والا اور مانع ہے۔ اس لئے کہ وہ امور محسوسہ میں تصرف کا نام ہے اور امور محسوسہ سب اس مشاہدے میں طرح طرح کے پردے بنجاتے ہیں۔ لیکن اس کو اس تشبہ کی حاجت اس لئے پڑتی ہے تاکہ وہ اس روح حیوانی کو باقی رکھ سکے جس کے ذریعہ سے اجسام سماوی سے تشبہ ثانی اسے حاصل ہوتا ہے۔ پس اس بنا پر وہ ضروری ہے اگرچہ وہ اس مضرت سے خالی نہیں ہے۔

جہاں تک تشبہ ثانی کا تعلق ہے تو اس کے ذریعہ سے اس کو دائمی مشاہدہ کا بڑا جز حاصل ہوتا ہے لیکن وہ ایسا مشاہدہ ہے جس میں تھوڑی سی ملاوٹ ہے۔ کیونکہ جو کوئی ہمیشہ اس طرح کا مشاہدہ کرے گا تو وہ اس مشاہدہ کے ساتھ اپنی ذات کو سوچتا رہے گا۔ اور اس کی طرف متوجہ ہوتا رہے گا جیسا کہ اس کے بعد واضح ہوگا۔

جہاں تک تشبہ ثالث کا تعلق ہے۔ تو اس کے ذریعہ سے اسے خالص مشاہدہ اور استغراق محض حاصل ہوتا ہے جس میں کسی قسم کا کوئی التفات نہیں

دیکھا کہ یہ بدن اس کے لئے بیکار نہیں پیدا کیا گیا۔ اور اس کے ساتھ
کسی فضول کام کے لئے نہیں جوڑ دیا گیا۔ اور یہ کہ اس پر واجب ہے کہ
وہ اس کی دیکھ بھال کرتا رہے اور اسے ٹھیک حال پر رکھے۔ اور اس کی
یہ دیکھ بھال ان ہی کاموں کے ذریعہ سے ہو جو سارے حیوانوں کے افعال
کے مشابہ ہوں۔ پس اس کے نزدیک وہ اعمال جو اسے کرنا لازمی تھے
تین طرح کے ہوئے۔ ایک تو وہ اعمال جن میں کہ وہ حیوان غیر ناطق
سے مشابہ ہوتا ہے۔ اور ایک وہ اعمال جن میں کہ وہ اجسام سماوی کے
مشابہ ہوتا ہے۔ اور ایک وہ اعمال جن میں کہ وہ واجب الوجود کی ذات
کے مشابہ ہوتا ہے۔

پس تشبہ اول اس پر اس حیثیت سے واجب ہے کہ وہ ایک تاریک
بدن رکھتا ہے جس کے مختلف اعضا ہیں اور مختلف قوتیں ہیں۔ اور جس کی
طرح طرح کی دلچسپیاں ہیں۔ اور تشبہ ثانی اس پر واجب ہے۔ روح
حیوانی کے لحاظ سے جس کا مسکن قلب ہے جو سارے بدن کا مبدا ہے
اور ان قوتوں کا جو بدن میں پائی جاتی ہیں اور تشبہ ثالث اس پر
واجب ہے اس حیثیت سے کہ وہ وہ ہے یعنی اس کی اس ذات کے
لحاظ سے جس کے ذریعہ سے اس نے واجب الوجود کی ذات کی معرفت
حاصل کی۔

یہ بات تو اس کو پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی کہ اس کی سعادت اور
شقاوت سے اس کا بچ جانا صرف واجب الوجود کی ذات کے دائمی

کرے جس صورت سے ممکن ہو۔ تو وہ کبھی کبھی اسراف میں پڑ جاتا ہے
اور کفایت کی حد سے بڑھ جاتا ہے۔ پس اس کی یہ کوشش اس کی
ذات کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کو اس کا شعور بھی
نہیں ہوتا۔ پس اس نے سوچا کہ بہتر اور ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس
کے لئے بعض حدود اور بعض اندازے مقرر کرے۔ جن سے وہ تجاوز
نہ کرے اور اس پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یہ بعض ان اجناس میں واجب
ہے جن سے کہ وہ اپنی غذا حاصل کرتا ہے اور نیز اس بارے میں کہ وہ
کیا چیز ہو اور کتنی ہو۔ اور اس مدت میں جو غذا کے دونوں اوقات کے
درمیان واقع ہو۔

پس اول اس نے ان اجناس پر غور کیا جن سے وہ اپنی غذا
حاصل کر سکتا ہے۔ تو اس نے ان کی تین قسمیں پائیں۔ ایک تو نباتات جن
کا پکنا مکمل نہ ہوا ہو اور اپنے غایت کمال کو نہ پہنچی ہوں۔ اور یہ ہرے
ساگوں کی مختلف قسمیں ہیں جن سے کہ غذا حاصل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ دوسری
قسم ان نباتاتی پھلوں کی ہے جو پک گئے اور مکمل ہو گئے اور جن میں بیج پیدا
ہو گئے۔ تاکہ ان میں سے دوسرے پودے پیدا ہو سکیں۔ اور یہ خشک اور
ترمیووں کی اصناف ہیں۔ اور تیسری قسم ان حیوانات کی ہے جن سے
کہ غذا حاصل کی جاتی ہے۔ خواہ وہ خشکی کے ہوں یا تری کے۔
اس کے نزدیک یہ بات صحیح ثابت ہو چکی تھی کہ یہ سارے اجناس
واجب الوجود کا فعل ہیں۔ اور واجب الوجود کے بارے میں اس پر یہ

ہوتا سوائے واجب الوجود کی ذات کی طرف۔ اور وہ شخص جو اس طرح کا مشاہدہ کرتا ہے اس سے اس کی ذات غائب ہو جاتی ہے۔ اور فنا ہو جاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے اور اسی طرح ساری ذاتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ خواہ وہ زیادہ ہوں یا کم سوائے اس ذات حق اور واجب الوجود کی ذات کے جو بڑا اعلیٰ اور صاحب عزت ہے۔

جب اس پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اس کا منتہائے مقصود یہ تشبہ ثالث ہے اور یہ کہ اس کو یہ بات تشبہ ثانی میں طویل مدت تک مشق اور کوشش ہی کے ذریعہ سے حاصل ہو سکتی ہے اور یہ مدت ایسی ہے کہ بغیر تشبہ اول کے قائم نہ رہے گی۔ اور اس نے جان لیا کہ تشبہ اول بذات خود مانع ہے۔ وہ بالعرض معین ہے نہ کہ بالذات۔ لیکن اس کے باوجود وہ ضروری ہے۔ تو اس نے اپنے نفس پر یہ لازم کر لیا کہ وہ تشبہ اول میں بقدر ضرورت ہی مشغول ہوگا۔ اور یہ بقدر کفایت ہوگا جس سے کم سے روح حیوانی باقی نہیں رہ سکتی۔ اور اسے معلوم ہوا کہ اس روح کی بقا کے لیئے دو چیزیں ضروری ہیں۔ ایک وہ جو داخل سے اس کی مدد ثابت ہو اور غذا کا وہ حصہ جو تحلیل ہو جائے اس کی جگہ لے لے دوسرے وہ جو خارج سے اس کی حفاظت کرے اور اس سے مختلف قسم کی تکلیفوں کو دور کرے مثلاً سردی، گرمی، بارش، سورج کا جھلسا دینا اور موذی جانور اور اسی قسم کی دوسری چیزیں۔ اور اس نے یہ دیکھا کہ اگر وہ ان میں سے ضروری چیزوں کو کثرت سے حاصل

ان کے لئے بھی شرط یہ ہے کہ ان کے بیجوں کی حفاظت کی جائے نہ وہ ان کے بیجوں کو کھائے۔ نہ برباد کرے اور نہ کسی ایسی جگہ میں ڈالدے جو اگنے کے لئے موزوں نہ ہو مثلاً پتھر، زمین شور اور ایسی دوسری جگہیں۔ پس اگر ایسے گودے دار کھانے کے قابل پھل نہ مل سکیں مثلاً سیب، امرود، آلو بخارا اور ایسے دوسرے پھل تو اس وقت اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ ان پھلوں میں سے بعض کو لے جن کے صرف بیج ہی کھائے جاتے ہیں مثلاً اخروٹ اور فستق۔ یا سبزیوں میں سے وہ جو اپنے کمال کی حد کو نہیں پہنچی ہیں۔ اور ان دونوں میں اس پر واجب یہ ہے کہ وہ ان میں سب سے زیادہ وجود والے اور سب سے زیادہ پیدا کرنے والے کا ارادہ کرے اور یہ کہ ان کو جڑ سے نہ اکھاڑے اور نہ ان کے بیج ضائع کرے۔ پس اگر یہ نہ ملیں تو اس وقت جائز ہوگا کہ وہ حیوانات میں سے یا ان کے انڈوں میں سے کچھ حاصل کرے۔ اور حیوانات کے بارے میں اس پر واجب ہے کہ وہ سب سے زیادہ وجود والے میں سے حاصل کرے اور ان میں سے کسی نوع کو بالکل ختم نہ کردے یہ وہ باتیں ہیں جن کو اس نے ان اجناس کے بارے میں سوچا جن سے کہ اسے غذا حاصل کرنا ہے۔

جہاں تک مقدار کا تعلق ہے تو اس نے طے کیا کہ وہ محض اس کی بھوک کو پورا کرنے کی حد تک ہو اور اس سے زائد نہ ہو۔ اور جہاں تک دونوں مرتبہ کے کھانوں کے درمیان وقفہ کا تعلق ہے تو اس نے

بات واضح ہو چکی تھی کہ اس کی سعادت اس سے قربت میں ہے اور اس
سے تشبہ اختیار کرنے میں اب ان سے غذا حاصل کرنا لامحالہ ان کو ان
کے کمال تک پہنچنے سے رد کر دیتا ہے۔ اور ان کے اور ان کے غایت
مقصود کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ پس یہ فاعل کے فعل میں حائل ہونا ہوگا
اور اس طرح کا حائل ہونا اس کے تقرب اور اس کے تشبہ کے منافی ہے۔
پس اس نے سوچا کہ اس کے لئے صحیح بات یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو وہ غذا
سے کلیتاً اجتناب کرے۔ لیکن اس کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ
اگر وہ اس سے اجتناب کرے تو مآل کار اس کا جسم فاسد ہو جائے گا۔
تو یہ اس کے فاعل کے فعل میں حائل ہونا ہوگا۔ اور پہلے حائل ہونے
سے زیادہ شدید اس لئے کہ وہ ان دوسری اشیا سے زیادہ شریف
ہے جن کا فساد اس کی بقا کا سبب بنتا ہے۔ تو اس نے دونوں نقصانوں
میں سے کمتر نقصان کو سہل سمجھا اور ان دونوں حائل ہونے کے طریقوں میں
سے کمتر سے راضی ہو گیا۔ اور اس نے سوچا کہ ان اجناس میں سے اگر کچھ
نہ ملیں تو جو بھی ان میں سے میسر آ جائے وہ لے لے گا۔ اتنی مقدار
میں جس کا وہ بعد میں تعین کرے گا۔ پس اگر وہ سب کی سب موجود ہوں
تو اس کو چاہیئے کہ اس وقت ذرا ٹھہر جائے۔ اور غور کر کے ان میں سے
ان چیزوں کا انتخاب کرے جن کے حاصل کرنے میں فاعل کے فعل میں
زیادہ حائل ہونا نہ ہو۔ مثلاً ایسے پھلوں کے گودے جو پکنے میں کمال کو
پہنچ گئے۔ اور ان کے بیج اس قابل ہو گئے کہ اپنا جیسا پیدا کر سکیں۔

ٹھنڈک پہنچانا بالارض۔ روشنی پہنچانا۔ تلطیف (RAREFACTION) اور تکثیف (CONDENSATION) اور وہ ساری چیزیں جو اس وہ عمل کرتے ہیں ان امور میں سے جن کے ذریعہ سے کوئی شخص فاعل واجب الوجود کی طرف سے صور روحانیہ کے اس پر فیضان ہونے کی استعداد حاصل کرتا ہے۔

دوسری قسم صفات کی وہ ہے جو ان کی ذات میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ان کا شفاف ہونا، روشن ہونا، پاک ہونا اور کدورت اور مختلف قسم کی گندگیوں سے منزہ ہونا اور ان میں سے بعض کا اپنے مراکز ایک دائرہ میں حرکت کرنا اور بعض کا دوسروں کے گرد حرکت کرنا۔

تیسری قسم ان صفات کی ہے جو واجب الوجود کے تعلق کی وجہ سے ہیں مثلاً ان کا اس کو ہمیشہ مشاہدہ کرنا اور اس سے اعراض نہ کرنا اور اس کی طرف ان کا مشتاق ہونا اور اس کے حکم کے قبضہ میں ہونا اور اس کے ارادہ کی تکمیل کے لئے مسخر ہونا اور محض اس کی مشیت ہی سے اور اس کے قبضہ ہی میں حرکت کرنا۔

بس وہ ان تینوں اقسام میں سے ہر ایک میں ان سے مشابہ ہونے کی پوری کوشش کرنے لگا۔ جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے تو اس میں اس کا ان سے تشبہ پیدا کرنا یہ تھا کہ اس نے اپنے اوپر لازم کر لیا کہ جب کبھی وہ حیوانات یا نباتات میں سے کسی حاجتمند یا مصیبت زدہ یا مضرت رسیدہ یا رکاوٹ والے فرد کو دیکھے گا۔ اور وہ اس سے اس کے دور کر دینے پر قادر ہوگا تو ضرور دور کر دیگا

سطے! اگر جب وہ اپنی ضرورت بھر غذا حاصل کرلے تو اس پر قائم رہے
اور اس کے ارادہ کی خواہش نہ کرے یہاں تک کہ اسے کمزوری لاحق
ہوجائے پھر اسے بعض ان اعمال سے ... کرے جو تشبہ ثانی کے
معاملہ میں اس پر واجب ہیں اور وہ باتیں ہیں جن کا ذکر اس کے
بعد میں آئے گا۔

جہاں تک ان ضروریات کا تعلق ہے جو روح حیوانی کی بقا کے
سلسلہ میں خارج کی چیزوں سے حفاظت کے لئے ضروری ہیں تو اس
معاملہ میں اس کے لئے کوئی دشواری نہیں تھی کیونکہ وہ کھالوں کا لباس
پہنے ہوئے تھا اور اس کے پاس ایک ایسا گھر تھا جو خارجی خطرات
ونقصانات سے اس کی حفاظت کرتا تھا۔ پس اس نے اس کو کافی سمجھا
اور اس کے بارے میں مزید فکر کرنا اس نے غیر ضروری جانا اور اپنی
غذا میں اس نے ان قوانین کی پابندی ضروری کی جن کو کہ اس نے
اپنے لئے متعین کرلیا تھا۔ اور جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

اب اس نے دوسرے عمل کا آغاز کیا۔ یعنی اجسام سماوی سے
مشابہت کی کوشش کرنا۔ ان کی اقتدا کرنا۔ ان کی صفات کو اپنے اندر
اختیار کرنا اور ان کے اوصاف کا تتبع کرنا۔ تو یہ اوصاف اس کے
نزدیک تین قسموں پر مشتمل تھے۔ پہلی قسم میں ان کے وہ اوصاف ہیں
جو ان کے نیچے کے عالم کون وفساد سے تعلق کی بنا پر ان کو حاصل ہیں
اور یہ وہ صفات ہیں جن کی بنا پر ان کو حاصل ہے۔ گرمی پہنچانا بالذات یا

اپنے نفس پر دوامی طہارت اور ناپاکی اور گندگی سے اپنے جسم کو پاک رکھنا لازم کر لیا۔ اور اکثر اوقات وہ پانی سے غسل کرتا اور اپنے ناخن اور دانت اور بدن کے پوشیدہ حصوں کو صاف رکھتا۔ اور جب ممکن ہوتا تو انہیں خوشبو دار نباتات اور دوسری خوشبوؤں سے معطر کرتا۔ اور اپنے لباس کی صفائی کا خیال رکھتا۔ اور اس میں خوشبو لگاتا یہاں تک کہ سب کا سب خوبصورتی خوشبو اور صفائی سے چمکنے لگتا۔ اس کے علاوہ اس نے مختلف قسم کی مدور حرکات کا التزام کیا۔ کبھی وہ جزیرہ کا طواف کرتا اور اس کے ساحل کا چکر لگاتا اور اس کے اطراف کی سیاحت کرتا اور کبھی اپنے گھر کا یا کسی پتھر کا چند بار طواف کرتا آہستہ آہستہ یا تیز رفتاری سے اور کبھی خود اپنی ذات کے چکر لگاتا یہاں تک کہ اس پر غشی طاری ہو جاتی۔

جہاں تک تیسری قسم کا تعلق ہے تو اس میں اس کا تشبہ یہ تھا کہ وہ واجب الوجود کی ذات میں تفکر کرتا تھا اور محسوسات سے قطع علائق کر لیتا تھا۔ اپنی آنکھوں کو اور اپنے کانوں کو بند کر لیتا تھا۔ اور خیال کے تتبع سے امکان بھر بچتا تھا۔ اور اپنی طاقت بھر اس کی کوشش کرتا تھا۔ کہ اس کے علاوہ کسی اور شے میں تفکر نہ کرے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ اور وہ اس کام میں اپنے نفس پر چکر لگانے سے اور اس میں پوری نشاط حاصل کرنے سے مدد لیا کرتا تھا پس جب وہ بڑی تیزی سے چکر لگاتا تو اس سے ساری محسوسات غائب ہو جاتیں۔ اور خیال اور ساری قوتیں جو کہ جسمانی آلات کی محتاج

پس جب اس کی نظر کسی ایسے پودے پر پڑتی جس کو کسی آڑ نے سورج کی روشنی سے روک دیا ہے۔ یا اس کے ساتھ کوئی ایسا پودا لپٹ گیا ہے جو اسے تکلیف پہنچاتا ہے یا وہ اتنا پیاسا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے وہ فاسد ہونے کے قریب ہے تو وہ اس سے اس آڑ کو دور کر دیتا۔ اگر وہ دور کئے جانے کے قابل ہوتی۔ یا اس کے اور اس ایذا پہنچانے والے کے درمیان کسی ایسی چیز کے ذریعہ سے فصل پیدا کر دیتا جو اس کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور جہاں تک اس سے ممکن ہوتا اس کی سینچائی کرتا۔ اور جب اس کی نظر کسی ایسے جانور پر پڑتی جس کو کسی درندے نے ستایا ہو۔ یا جو کسی مصیبت میں پھنس گیا ہو۔ یا اس کی آنکھوں میں یا اس کے کانوں میں کوئی ایسی چیز پڑ گئی ہو جو اسے تکلیف دے رہی ہو۔ یا اسے پیاس اور بھوک لگ رہی ہو تو وہ اس سے ان چیزوں کے ازالہ کی پوری کوشش کرتا۔ اور اسے کھانا کھلاتا اور پانی پلاتا۔ اور جب اس کی نظر ایسے پانی پر پڑتی جو کسی پودے یا کسی حیوان کی سیرابی کے لئے بہ رہا ہو۔ اور اس کے راستہ میں کوئی پتھر روک بن گیا ہو جو اس میں گر گیا ہو، یا کوئی ریت کا ٹیلا اس پر ڈھک گیا ہو۔ تو وہ ان سب کو اس سے ہٹا دیتا۔ غرض اس طرح وہ اس پہلی قسم کے تشبہ میں مسلسل کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ انتہا کو پہنچ گیا۔

جہاں تک قسم ثانی کا تعلق ہے اس میں اس کا تشبہ یہ تھا کہ اس نے

دور کے ہوں پاک ہونا۔ نیز یہ کہ اثباتی صفات میں بھی تنزیہ شرط ہے تاکہ ان میں جسم کی صفات کا کوئی شائبہ نہ پایا جائے، جن میں سے ایک کثرت ہے۔ غرض اس کی ذات ان اثباتی صفات سے منقسم نہیں ہوتی بلکہ سب صفات ایک ہی معنی کی طرف راجح ہوتی ہیں۔ جو کہ اس کی ذات کی حقیقت ہے۔ تو وہ یہ پتہ لگانے کی کوشش کرنے لگا کہ ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک میں کیسے اس سے تشبہ پیدا کرے۔

جہاں تک ایجابی صفات کا تعلق ہے اسے معلوم ہو گیا تھا کہ سب کی سب اس کی ذات کی حقیقت کی طرف راجح ہیں اور یہ کہ اس میں کوئی کثرت نہیں ہے کسی اعتبار سے بھی اس لئے کہ کثرت اجسام کی صفات میں سے ہے۔ اور اس نے یہ بھی جان لیا کہ اس کی ذات کا علم اس کی ذات کے اوپر کوئی زائد معنی نہیں ہے بلکہ اس کی ذات بذات خود اس کا علم ہے اور اس کا علم بذات خود اس کی ذات ہے۔ پس اسے یہ معلوم ہوا کہ اگر اس کے لئے ممکن ہو کہ وہ اس کی ذات کو جان لے تو یہ علم جس کے ذریعہ سے وہ اس کی ذات کو جانے گا وہ اس کی ذات پر کوئی زائد معنی نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ وہی ہوگا۔ لہٰذہ اس نے سوچا کہ اس کی ایجابی صفات میں اس کے ساتھ تشبہ پیدا کرنا یہ ہے کہ وہ صرف اس کو جان لے اور اس کے ساتھ اجسام کی صفات میں سے کوئی صفت شریک نہ کرے۔ تو اس نے

ہوتی ہیں کمزور پڑ جاتیں اور اس کی اس ذات کا فعل قوی ہو جاتا جو جسم سے بری ہے۔ پس بعض اوقات اس کا تفکر ہر طرح کی آمیزش سے پاک ہو جاتا اور اس طرح وہ واجب الوجود کا مشاہدہ کرتا۔ پھر جسمانی قوتیں اس پر پلٹ کر حملہ کرتیں اور اس کی حالت کو خراب کر دیتیں اور اس کو اسفل السافلین کی حالت میں لوٹا دیتیں پس وہ اس سمت سے لوٹ آتا۔ پھر اگر اسے کمزوری لاحق ہوتی جو اسے مقصود سے روک دیتی تو وہ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق کچھ غذائیں کھا لیتا۔ پھر وہ اجسام سماوی کے تشبہ کی مذکورہ بالا تینوں قسموں کی طرف لوٹتا اور اس پر ایک مدت تک قائم رہتا۔ اور اس پوری مدت میں اپنی جسمانی قوتوں سے جنگ کرتا اور وہ اس سے جنگ کرتیں۔ وہ ان سے کشمکش کرتا اور وہ اس سے کشمکش کرتیں۔ ایسے اوقات میں جبکہ وہ ان پر غالب آجاتا اور اس کی فکر آمیزش سے پاک ہوتی تو وہ تشبہ ثالث والوں کے احوال سے کچھ دیکھتا۔ یہ اس کو دعوت دیتے کہ وہ تشبہ ثالث کی طلب کرے۔ اور اس کی تحصیل میں سعی کرے تو وہ ذات واجب الوجود کی صفات میں غور کرتا۔

اس عمل کے شروع کرنے سے پہلے نظری غور و فکر کے اثنا میں اس پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ ان کی دو قسمیں ہیں ایک تو اثباتی صفات مثلاً علم قدرت اور حکمت اور دوسرے منفی صفات مثلاً جسمیات اور ان کے لواحق اور متعلقات سے خواہ وہ کتنے ہی

جو اس کے ماسوا ہوتی تو وہ اس کو اپنی پوری کوشش سے اپنے خیال سے دور کرتا اور اس کا دفاع کرتا اور اپنے نفس کو اس ریاضت کا عادی بناتا۔

اس حال میں اس پر ایک طویل مدت گذر گئی اس صورت سے کہ اس پر بہت سے دن بغیر کھائے پئے اور بغیر کوئی حرکت کئے گذر جاتے اور اس شدید مجاہدہ کے درمیان میں کبھی کبھی اپنی ذات کے علاوہ ساری ذاتیں اس کے ذکر و فکر سے اوجھل ہو جاتیں۔ لیکن اس موجود الاول حق اور واجب الوجود کے مشاہدہ میں استغراق کے وقت بھی اس کی ذات اس سے اوجھل نہ ہوتی تو اسے اس سے تکلیف ہوتی۔ اور وہ یہ سمجھتا کہ وہ خالص مشاہدہ میں ایک آمیزش ہے اور ملاحظہ میں شرکت ہے۔ غرض وہ اپنے نفس سے فنا اور مشاہدۂ حق میں اخلاص کی مسلسل کوشش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بات اسے حاصل ہو گئی اور زمین اور آسمان اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے اور ساری روحانی صورتیں اور جسمانی قوتیں اور وہ سب قوتیں جو مادّہ سے الگ ہیں۔ یعنی وہ ذاتیں جو اس موجود کو جاننے والی ہیں وہ سب اس کے ذکر و فکر سے غائب ہو گئیں۔ اور ان ساری ذاتوں کے ساتھ اس کی ذات بھی غائب ہو گئی اور سب کی سب چیزیں مٹ گئیں اور دھندلی ہو گئیں اور فضا میں بکھری ہوئی گرد کی طرح بن گئیں اور کچھ باقی نہیں رہا۔ سوائے اس موجود کے جو واحد ہے حق ہے اور دائم الوجود ہے اور وہ اپنا یہ قول کہہ رہا تھا (جو اس کی ذات پر کوئی

اپنے دل میں اس کا پورا ارادہ کر لیا۔

اب جہاں تک صفات سلبی کا تعلق ہے تو وہ سب کی سب جسمیت سے تنزہ کی طرف راجع ہوتی ہیں۔ پس وہ صفات جسمی کو اپنی ذات سے دور کرنے لگا۔ اور وہ اس سے پہلے اپنی پہلی ریاضت میں جس کے ذریعہ سے وہ اجسام سماوی سے تشبہ پیدا کر رہا تھا۔ بہت سی صفات کو الگ کر چکا تھا۔ اس نے صرف بعض صفات باقی رکھی تھیں۔ مثلاً "چکر" کاٹنے کی حرکت (اور حرکت اجسام کی سب سے زیادہ مخصوص صفت ہے) یا حیوانات اور نباتات کی دیکھ بھال کرنا اور ان پر رحم کرنا اور ان کے راستہ کی رکاوٹوں کے ازالہ کا اہتمام کرنا۔ یہ سب کی سب بھی اجسام کی صفات میں سے ہیں۔ کیونکہ اول تو وہ انہیں جسمانی قوتوں کے ذریعہ سے دیکھتا تھا۔ اور پھر ان کی مدد کرنے میں جسمانی قوتوں ہی کے ذریعہ سے مشقت کرتا تھا۔ تو اس نے ان ساری چیزوں کو اپنے نفس سے دور کرنا شروع کر دیا۔ اس لئے کہ یہ سب کی سب ایسی چیزیں ہیں جو اس کی اس حالت کے لائق نہیں تھیں۔ جس کی اسے اب طلب تھی۔ اب وہ صرف ساکن رہنے پر اکتفا کرتا۔ اپنے غار کے گڑھے میں سر جھکائے ہوئے، آنکھیں نیچی کئے ہوئے، ساری محسوسات اور جسمانی قوتوں سے کٹ کر، اپنی ساری توجہ اور تفکر کو واجب الوجود کی ذات پر بلا شرکت غیر مجتمع کئے ہوئے۔ پس جب کوئی چیز اس کے خیال میں گذرتی

پر فیضان ہوتا ہے۔ ان تینوں میں سے ہر ایک کو قلب کہا جاتا ہے۔
لیکن ان تینوں میں سے کسی میں اس بات کے آنے کی کوئی سبیل نہیں
ہے۔ اور الفاظ میں وہی چیز آسکتی ہے جو ان پر گذرے۔ بس جو شخص
اس حال کو الفاظ میں لانے کی خواہش کرے تو اس نے ایک ناممکن
چیز کی خواہش کی اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو رنگوں کو بہ حیثیت
رنگ چکھنا چاہے۔ اور وہ یہ چاہے کہ ان میں سے کالا رنگ میٹھا ہو جائے
یا کھٹا ہو جائے۔ لیکن ہم تمہیں بعض اشارات کے بغیر نہیں چھوڑیں گے
جن کے ذریعہ سے ہم اس چیز کی طرف اشارہ کریں گے جس کا کہ اس نے
اس مقام کے عجائبات میں سے مشاہدہ کیا اور یہ بر سبیل مثال ہوگا
نہ کہ حقیقت کا دروازہ کھٹکھٹانے کی حیثیت سے۔ کیونکہ اس مقام میں
جو کچھ ہے اس کی تحقیق کی کوئی سبیل نہیں ہے مگر اس تک پہنچ کر ہی پس
تم اپنے دل کے کانوں کو متوجہ کر لو اور اپنی عقل کی آنکھ اس چیز کی طرف
کھول لو جس کا میں اشارہ کر رہا ہوں۔ شاید کہ تم ایک ایسا طریقہ پالو، جو
تم کو سیدھے راستہ پر ڈال دے۔ اور تمہارے ساتھ میری شرط یہ ہے کہ
تم اس وقت مجھ سے رو در رو اس سے زیادہ تفصیل نہ چاہو۔ جتنا کہ میں
ان اوراق میں بیان کروں گا، کیونکہ میدان تنگ ہے اور ایک ایسے معاملہ
کو جس کی شان یہ ہے کہ وہ الفاظ میں ادا نہیں کیا جا سکتا۔ الفاظ میں
ادا کرنا خطرناک ہے۔

خیر میں بیان کرتا ہوں:

زائد معنی نہیں ہے۔ "کس کی ہے آج کے دن بادشاہی ؟ اللہ واحد القہار کی ہے[1]" تو اس نے اس کا کلام سمجھا اور اس کی آواز کو سنا اور اس بات نے کہ وہ اس کے کلام کو نہیں جانتا تھا۔ اور نہ وہ کلام کرسکتا تھا۔ اسے اس کلام کی فہم سے نہیں روکا۔ اور وہ یعنی اس حالت میں مستغرق ہوگیا۔ اور اس نے ایسی چیز کا مشاہدہ کیا جس کو نہ کبھی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب میں اس کا خیال گذرا۔

اب تم کسی ایسے امر کے بیان کئے جانے کی خواہش نہ کرو۔ جس کا خیال کسی بشر کے قلب میں نہ گذرا ہو۔ اس لئے کہ بہت سے ایسے امور ہیں جن کا خیال انسانوں کے دلوں میں آتا ہے۔ مگر ان کا بیان کرنا ناممکن ہوتا ہے۔ تو پھر ایسے معاملہ کا کیا۔ پوچھنا جس کے قلب میں آنے کی کوئی سبیل ہی نہ ہو۔ نہ وہ اس عالم سے ہو اور نہ اس کے طور پر ہو۔ اور قلب سے میری مراد قلب کا جسم نہیں ہے اور نہ وہ روح جو اس کے خلا میں رہتی ہے۔ بلکہ میری مراد اس روح کی صورت سے ہے جس کا اس کی قوتوں کے ذریعہ سے انسانی بدن

---

[1] اشارہ ہے عبارت قرآن کی طرف: لمن الملک الیوم ہ للّٰہ الواحد القہار۔ قیامت کے سلسلہ میں خدا کا خطاب ہے کس کی ہے آج کے دن بادشاہی ؟ پھر خود قرآن ہی جواب دیتا ہے۔ اللہ واحد القہار کی۔

پس جب وہ جسم معدوم ہو جاتا ہے تو یہ قبولیت بھی معدوم ہو جاتی ہے۔ اور
اس کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ اس کے نزدیک یہ گمان اس سبب سے
اور قوی ہو گیا کہ اس پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ حق عزوجل کی ذات
میں کسی پہلو سے بھی کثرت نہیں پائی جاتی۔ اور یہ کہ اس کی ذات کا
علم بعینہ اس کی ذات ہے۔ تو اس کے نزدیک اس سے یہ لازم آیا
کہ وہ شخص جس کو اس کی ذات کا علم حاصل ہوا تو اس کو اس کی ذات
بھی حاصل ہو گئی۔ اور اس کو علم حاصل ہو چکا تھا۔ تو اس کو ذات بھی
حاصل ہو گئی۔ اور یہ ذات نہیں حاصل نہیں ہوتی۔ مگر اپنی ذات کے
ساتھ۔ اور اس کا حصول ہی ذات ہے۔ پس اس لئے وہ (یعنی حی
ابن یقظان) بعینہ ذات ہے۔ اور اسی طرح تمام ذاتیں جو مادہ
سے الگ ہیں۔ اور اس ذات حق کی عارف ہیں جن کو وہ پہلے کثیر
دیکھ رہا تھا۔ اب اس نقطۂ نظر سے اس کے نزدیک ایک ہی شے ہو گئیں
(ان کے کثیر ہونے کا) یہ شبہ اس کے نفس میں راسخ ہو جاتا
اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی رحمت سے آ نہ لیا ہوتا۔ اور
اپنی ہدایت سے اس کی رہنمائی نہ کی ہوتی۔ پس اسے علم ہوا کہ یہ
شبہ اجسام کی ظلمت اور محسوسات کی کدورت کے باقی اثر سے
پیدا ہوا تھا کیونکہ کثیر اور قلیل، واحد اور وحدت، جمع اور اجتماع اور
افتراق یہ سب کی سب اجسام کی صفات ہیں اور یہ جدا ذاتیں جو
حق عزوجل کی ذات کو جاننے والی ہیں۔ ان کے لئے مادہ سے ان کی

(۱۶)
حالت استغراق میں حی ابن یقظان کے تجربات و مشاہدات

جب وہ اپنی ذات سے اور ساری ذاتوں سے فنا ہوگیا اور سوائے اس واحد کے جو حی اور قیوم ہے اسے وجود میں کوئی نظر نہیں آیا۔ اور اس نے دیکھا جو کچھ اس نے دیکھا پھر اس کے بعد وہ دوسری چیزوں کے مشاہدہ کی طرف لوٹا۔ جب وہ اس حالت سے جو نشہ کی حالت کے مشابہ تھی بیدار ہوا تو اس کے دل میں یہ بات گذری کہ اس کی ذات کسی طرح حق تعالیٰ کی ذات سے مختلف نہیں ہے اور یہ کہ اس کی ذات کی حقیقت ذات حق ہے اور یہ کہ وہ شے جس کو پہلے وہ ذات حق سے مغائر اپنی ذات سمجھ رہا تھا وہ درحقیقت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ وہاں ذات حق کے علاوہ کوئی شے ہی نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ سورج کی روشنی کی طرح ہے جو کہ اجسام کثیفہ پر پڑتی ہے تو تم روشنی کو ان میں ظاہر ہوتے ہوئے دیکھتے ہو۔ باوجود اس کے کہ وہ اس جسم کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ جس میں وہ ظاہر ہوتی ہے لیکن حقیقت میں وہ سورج کی روشنی کے علاوہ کوئی اور شے نہیں ہے۔ اگر وہ جسم زائل ہو جائے تو اس کی روشنی زائل ہو جاتی ہے اور سورج کی روشنی اپنی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ نہ وہ اس جسم کی موجودگی سے کم ہو جاتی ہے اور نہ اس کی عدم موجودگی میں زیادہ۔ جب کوئی جسم ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اس روشنی کے قبول کی صلاحیت رکھتا ہو تو اسے قبول کر لیتا ہے

۱۴۷

دیکھنا چاہیئے۔ جس نظر سے حی ابن یقظان نے اس کو دیکھا تھا۔ جب وہ اس پر ایک طرح سے غور کرتا تو اس میں کثرت پاتا، ایسی کثرت جو شمار میں نہ آئے اور کسی حد میں بھی محصور نہ ہو۔ پس وہ اس میں متردد رہتا اور اس کے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ وہ ان دونوں وصفوں میں سے کسی ایک پر قطعی فیصلہ کرلیتا۔ اور یہ عالم محسوس کثرت اور وحدت جمع اور افراد کا گھر ہے اور اسی میں تم ان کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہو اور اسی میں انفصال اور اتصال، تحیز اور مغایرت، اتفاق اور اختلاف پائے جاتے ہیں۔ جب یہاں ایسا ہے تو عالم الٰہی کا کیا پوچھنا جس میں نہ کل استعمال کیا جا سکتا ہے اور نہ بعض اور اس کے متعلق [illegible] الفاظ میں سے کبھی کوئی لفظ نہ بولا جائے گا۔ مگر یہ کہ وہ حقیقت کے خلاف کچھ ظاہر پیدا کر دے گا پس اس کو کوئی شخص بھی جان نہیں سکتا سوائے اس کے جس نے اس کا مشاہدہ کیا ہو۔ اور اس کی حقیقت ثابت نہیں ہوسکتی مگر اس شخص پر جو اس میں داخل ہوا ہو۔

اب جہاں تک اس کے اس قول کا تعلق ہے کہ "تم نے عقلمندوں کی فطرت سے اپنے آپ کو دور کرلیا۔ اور عقل کے حکم کو تم نے پس پشت ڈال دیا" تو ہم اس کے لئے یہ تسلیم کئے لیتے ہیں اور ہم اس کو اس کی عقل اور اس کے عقلا کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ وہ عقل جو اس کی اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی مراد ہے وہ وہ قوت ناطقہ ہے جو محسوس موجودات کے افراد پر غور کرتی ہے۔ اور ان سے معنی کلی کا استنباط کرتی ہے۔ اور وہ عقلا جو اس کی مراد ہیں وہ وہی ہیں جو اس طرح کے غور و فکر

بریت کے سبب، یہ لازم نہیں ہے کہ کہا جائے کہ وہ کثیر ہیں اور واحد نہیں ہیں۔ اس لئے کہ کثرت بعض ذاتوں کی بعض سے مغائرت کے لئے ہے اور اسی طرح وحدت صرف اتصال کے لئے ہے۔ اور ان میں سے کوئی چیز نہیں سمجھی جاسکتی۔ مگر مرکب اور مادہ سے ملتبس معنی میں۔ لیکن اس جگہ بیان کا میدان بہت تنگ ہے۔ اس لئے کہ اگر تم ان جداذاتوں کی تعبیر کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کرو۔ (جیسے ہمارے یہ الفاظ ہیں) تو وہ ان کی کثرت کے معنی کا واہمہ پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ وہ کثرت سے بری ہیں۔ اور اگر تم ان کی تعبیر بہ صیغۂ واحد کرو تو یہ اتحاد کے معنی کا واہمہ پیدا کریگا۔ اور وہ ان کے لئے محال ہے۔

اب گویا میں ان لوگوں سے دوچار ہوں جن کو اس مسئلہ میں تامل ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ چمگادڑوں جیسے ہیں جن کی آنکھوں کو سورج نے خیرہ کردیا ہے۔ وہ اپنے جنون کی زنجیر میں حرکت کرتے ہیں اور کہتے ہیں "تم اپنی دقیقہ رسی میں حد سے آگے بڑھ گئے یہاں تک کہ عقلا کی فطرت سے تم نے اپنے آپ کو دور کر لیا اور عقل کے حکم کو تم نے پس پشت ڈال دیا۔ کیونکہ یہ عقل کے احکام میں سے ہے کہ یا تو کوئی شے واحد ہوگی یا کثیر ہوگی"

ایسے شخص کو اپنے غلو سے باز رہنا چاہیئے۔ اور اپنی زبان روک لینی چاہیئے۔ اور اپنے نفس ہی کو الزام دینا چاہیئے۔ اور اس ادنیٰ عالم محسوس کو حس کے دونوں طبقوں کے اندر وہ ہے اسی نظر سے

گویا کہ وہ سورج کی صورت ہے جو کہ صیقل شدہ آئینوں میں سے ایک میں ظاہر ہوتی ہے۔ پس وہ سورج نہیں ہوتی اور نہ آئینہ ہوتی ہے اور نہ وہ ان دونوں سے غیر ہوتی ہے۔ اور اس نے اس فلک کی ذات میں جو مادّہ سے بری تھی ایسا کمال، خوبی اور حسن دیکھا جو اس سے زیادہ عظیم ہے کہ کوئی زبان اس کا وصف بیان کرے اور اس سے زیادہ باریک ہے کہ اسے کسی حرف و صوت کا جامہ پہنایا جائے۔ اور اس نے اس کو حق جل جلالہٗ کی ذات کے مشاہدہ کے سبب سے انتہائی لذت و سرور اور فرحت کی حالت میں دیکھا۔

پھر اس نے دیکھا کہ وہ فلک جو اس سے ملا ہوا ہے اور وہ کواکب ثابتہ کا فلک ہے۔ وہ بھی ایک ایسی ذات رکھتا ہے جو مادہ سے بری ہے اور جو واحد الحق کی ذات نہیں ہے۔ اور نہ ہی فلک اعلیٰ کی مادہ سے بری ذات ہے۔ اور نہ وہ نفس فلک ہے اور نہ وہ ان سے غیر ہے۔ گویا کہ وہ سورج کی صورت ہے جو ایسے آئینہ میں ظاہر ہو رہی ہے۔ جس میں کہ صورت اس آئینہ سے منعکس ہوئی جو سورج کے مقابل ہے۔ اور اس نے اس ذات میں بھی ویسے ہی حسن و جمال اور لذت کا مشاہدہ کیا جیسا کہ اس نے فلک اعلیٰ میں مشاہدہ کیا تھا۔

پھر اس نے دیکھا کہ وہ فلک جو اس کے بعد ہے اور وہ زحل کا فلک ہے وہ بھی ایک ایسی ذات رکھتا ہے جو مادہ سے جدا ہے

کے عادی ہیں۔ لیکن وہ طریقہ جس کے بارہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہ
اس سب سے بالاتر ہے۔ پس ہر وہ شخص جو محسوسات اور ان کے کلیات
کے علاوہ کچھ اور نہیں جانتا۔ اسے چاہئے کہ وہ اس سے اپنے کان
بند کرلے اور اپنی جماعت کی طرف لوٹ جائے۔ "جو کہ حیات دنیا
کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں۔ اور آخرت سے غافل ہیں[1]"

لیکن اگر تم ان لوگوں میں سے ہو جو عالم الٰہیہ کے متعلق اس نوع
کے اشارات پر قانع ہوں۔ اور اگر تم ہمارے الفاظ کو وہ معنی نہ پہناؤ
جس میں وہ عام طور سے استعمال ہوتے ہیں تو ہم تمہیں اس چیز کے
بارے میں کچھ اور بتائیں گے۔ جس کا مشاہدہ حی ابن یقظان نے
اس وقت کیا جب کہ وہ اہل صدق کے مقام میں تھا۔ جس کا ذکر پہلے
کیا جا چکا ہے۔ اور وہ یہ ہے:

اس نے استغراق محض، فنائے تام اور حقیقت وصول کے
بعد فلک اعلیٰ کا مشاہدہ کیا جو جسم نہیں رکھتا۔ اور اس نے ایک ایسی ذات
دیکھی جو مادہ سے بری ہے اور جو واحد الحق کی ذات نہیں ہے اور نہ وہ
نفس فلک ہے اور نہ ہی وہ ان دونوں کے علاوہ کوئی اور شے ہے۔

---

[1] الذین یعلمون ظاهراً من الحیاۃ الدنیا وهم عن الاٰخرۃ هم
غافلون۔ یہ قرآن کریم کی عبارت ہے۔ جس کو ابن طفیل نے اپنے
سلسلۂ بیان میں جوڑ دیا ہے۔

چہرے تھے اور ہر چہرے میں ستر ہزار دہن تھے۔ اور ہر دہن میں ستر ہزار زبانیں تھیں جن سے وہ ذات واحد الحق کی تسبیح پڑھ رہی تھی۔ اور اس کی تقدیس اور بزرگی بیان کر رہی تھی۔ اور اس سے وہ تھکتی نہیں تھی۔ اور اس نے اس ذات میں جس میں کہ اس کو کثرت کا وہم ہو رہا تھا حالانکہ وہ کثیر نہیں تھی، وہی کمال اور لذت پائی جیسی کہ اس نے اس سے پہلی ذاتوں کے اندر دیکھی تھی۔ گویا کہ یہ ذات سورج کی صورت تھی جو متحرک پانی میں ظاہر ہو رہی تھی جس میں کہ یہ صورت ان آئینوں میں سے سب سے آخری آئینہ سے منعکس ہو رہی تھی جس میں کہ اس سب سے پہلے آئینہ سے جو کہ بعینہ سورج کے سامنے تھا مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ انعکاس منتہی ہوا تھا۔ پھر اس نے مشاہدہ کیا کہ اس کا نفس بھی ایک الگ ذات رکھتا ہے۔ اگر وہ ذات جو ستر ہزار چہرے رکھتی ہے۔ قابل تقسیم ہوتی تو ہم کہتے کہ وہ اس کا ایک جزء ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ وہ ذات حادث ہوئی اپنے عدم کے بعد تو ہم کہتے کہ وہ وہی ہے۔ اور اگر اس کو اس کے بدن سے اختصاص نہ ہوتا اپنے حادث ہونے کے وقت تو ہم کہتے کہ وہ حادث نہیں ہوئی۔

اس درجہ میں اس نے اپنی ذات جیسی اور ذاتوں کا مشاہدہ کیا جو بعض اجسام سے متعلق رہی تھیں جو اس سے پہلے تھے پھر اس کے بعد ختم ہو گئے تھے۔ اور کچھ ذاتیں بعض دوسرے اجسام سے متعلق تھیں

اور جو ان ذاتوں میں سے نہیں جن کا اس نے اس سے قبل مشاہدہ کیا تھا۔ اور نہ وہ ان سے غیر ہے۔ گویا کہ وہ سورج کی صورت ہے جو ایک ایسے آئینہ میں ظاہر ہو رہی ہے۔ جس میں کہ صورت منعکس ہوئی ہے۔ ایک ایسے آئینہ سے جو اس آئینہ کے سامنے ہے جو سورج کے مقابل ہے۔ اور اس نے اس ذات میں بھی ویسے ہی حسن اور لذت کا مشاہدہ کیا جیسا کہ وہ اس سے پہلے کر چکا تھا۔

اسی طرح وہ تمام افلاک کا مشاہدہ کرتا رہا۔ جو مادہ سے جدا اور پاک ہیں۔ اور وہ ایسی ذاتیں رکھتے ہیں جو الگ ہیں اور مادہ سے بری ہیں اور جو ان ذاتوں میں سے نہیں ہیں جن کا ان سے پہلے ذکر کیا گیا اور نہ وہ ان سے غیر ہیں گویا وہ سورج کی صورت ہیں جو کہ ایک آئینہ سے دوسرے آئینہ میں یکے بعد دیگرے افلاک کی ترتیب کے مطابق منعکس ہوتی رہتی ہیں اور اس نے ان تمام ذاتوں میں سے ہر ایک ذات میں ایسے حسن و جمال اور لذت و فرحت کا مشاہدہ کیا جس کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے۔ اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذرا۔

آخر وہ عالم کون و فساد تک پہنچ گیا۔ اور وہ تمام وہ ہے جو فلک قمر میں شامل ہے۔ تو اس نے اس کو ایک ایسی ذات والا پایا۔ جو مادہ سے بری ہے اور جو ان ذاتوں میں سے نہیں جن کا اس نے اس سے پہلے مشاہدہ کیا تھا۔ اور نہ ہی یہ ان سے غیر تھی۔ اور اس ذات کے ستر ہزار

کا مشاہدہ کیا۔ جو ظاہر ہوتی تھیں اور پھر غائب ہو جاتی تھیں۔ جو وجود
میں آتی تھیں۔ اور پھر تحلیل ہو جاتی تھیں۔ پھر وہ ان پر ایک عرصہ تک
بہت غور و فکر کرتا رہا۔ تو اس نے دیکھا ایک حول عظیم اور ایک وسیع امر
اور ایک سریع تخلیق اور بلیغ احکام اور مناسب تعمیر اور ردوح پھونکنا
اور پیدا کرنا اور مٹا دینا۔ پھر وہ کچھ دیر تک اس حال میں قائم رہا۔
پھر اس کے حواس لوٹ آئے اور وہ اس حالت سے بیدار ہوا
جو غشی کی مانند تھی۔ اور اس کے قدم اس مقام سے ڈگمگا گئے اور
عالم محسوس اس کے سامنے ظاہر ہوا اور عالم الٰہی اس سے غائب
ہو گیا اس لئے کہ دونوں کا اجتماع ایک ہی حال میں ممکن نہیں ہے
کیونکہ دنیا اور آخرت دو سوتوں کی طرح ہیں۔ اگر تم ان میں سے
ایک کو راضی کرو تو دوسری کو ناخوش کرو گے۔

پس اگر تم یہ کہو کہ یہ مشاہدہ جس کو تم نے بیان کیا ہے اس سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر وہ جدا ذاتیں دائم الوجود جسموں سے متعلق ہوں
مثلاً افلاک جو کہ دائم الوجود ہیں تو وہ فاسد نہ ہوں گی۔ اور اگر وہ ایسے
جسم سے متعلق ہوں جس کا انجام فساد ہو جیسے حیوان ناطق کا جسم تو وہ
فاسد ہو جائیں گی۔ اور مٹ جائیں گی۔ جیسا کہ تم نے انعکاس کے
آئینوں کی تمثیل بیان کی ہے۔ کیونکہ عکس کو اسی وقت تک ثبات ہوتا
ہے جب تک کہ آئینہ قائم رہے۔ پس جب آئینہ فاسد ہو جاتا ہے
تو صورت کا فساد بھی جائز ہو جاتا ہے۔ اور صورت غائب ہو جاتی ہے

جو اس کے ساتھ موجود تھے۔ اور وہ اتنی کثیر تھیں (اگر انہیں کثیر کہنا جائز ہو) کہ ان کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ یا وہ سب کی سب متحد تھیں اگر ان کو واحد کہنا جائز ہو۔ اور اس نے اپنی ذات اور ان ذاتوں میں جو اس کی ہم مرتبہ تھیں ایسے غیر متناہی حسن و جمال اور لذت کا مشاہدہ کیا۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا تھا نہ کسی کان نے سنا تھا اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گذرا تھا۔ اور بیان کرنے والے اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ اور اس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ مگر عارف اور واصل لوگ۔

پھر اس نے بہت سی ذاتوں کا مشاہدہ کیا جو مادہ سے جدا تھیں گویا کہ وہ زنگ آلود آئینے تھے۔ جن پر کثافت چھا گئی تھی۔ اور اس کے باوجود یہ ان صیقل شدہ آئینوں سے اپنا رخ پھیرے ہوئے تھے۔ اور ان پر پیٹھ کئے ہوئے تھے۔ جن میں کہ سورج کی صورت مرتسم ہوئی تھی۔ اور اس نے ان ذاتوں میں ایسی برائی اور نقص کا مشاہدہ کیا جس کا اس کے دل میں کبھی تصور بھی نہ گذرا تھا۔ اور ان کو اس نے ایسے آلام میں گھرا ہوا پایا جو ختم نہ ہوتے تھے اور ایسی حسرتوں میں مبتلا دیکھا جو محو نہ ہوتی تھیں۔ ان کو عذاب کے خیموں نے ڈھک لیا تھا اور ان کو حجاب کی آگ نے جلا دیا تھا۔ اور وہ کشش اور رمیدگی کے درمیان آروں سے چیرے گئے تھے۔

اور اس نے وہاں ان معذب ذاتوں کے علاوہ کچھ اور ذاتوں

مبداء ہے۔ ان کا سبب ہے ان کا موجد ہے اور وہی ہے جو انہیں دوام عطا کرتا ہے اور انہیں بقا اور سرمدیت بخشتا ہے اور انہیں اجسام کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ اجسام ان کے محتاج ہیں۔ اور اگر ان کا عدم جائز ہوتا تو اجسام معدوم ہوجاتے کیونکہ وہی ان کا مبداء ہیں۔ جس طرح یہ ہے کہ اگر ممکن ہوتا کہ ذات واحد الحق تعالٰی معدوم ہوجائے تو یہ ساری ذاتیں معدوم ہوجاتیں اور سارے اجسام معدوم ہوجاتے اور سارے کا سارا عالم حسی معدوم ہوجاتا۔ اور کچھ بھی موجود نہ رہتا۔ کیونکہ ہر شئے ایک دوسرے سے مربوط ہے اور عالم محسوس باوجود اس کے کہ عالم الٰہی کے تابع ہے اور اس کے سایہ کی مثل ہے۔ اور عالم الٰہی اس سے مستغنی ہے اور اس سے بری ہے۔ پھر بھی اس کے عدم کا فرض کرنا محال ہے کیونکہ وہ عالم الٰہی کے تابع ہے۔ اور اس کا فساد یہ ہے کہ وہ تبدیل کردیا جائے نہ یہ کہ وہ بالجملہ معدوم ہوجائے اور یہ وہ بات ہے جس کو کتاب عزیز نے بیان کیا ہے۔ جہاں اس بات کا ذکر ہے کہ پہاڑ روئی کے گالوں میں تبدیل کردیئے جائیں گے۔ اور انسان پتنگوں جیسے بنادیئے جائیں گے۔ اور سورج اور چاند بے نور کردیئے جائیں گے۔ اور سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے۔ اس دن جس دن کہ زمین دوسری زمین بنادی جائے گی۔ اور آسمان دوسرے آسمان بنادیئے جائیں گے۔

میں کہتا ہوں کہ تم نے کس قدر جلد اپنے عہد کو بھلا دیا اور معاہدہ کو توڑ دیا۔ کیا ہم نے تم سے پہلے ہی یہ نہیں کہا تھا کہ یہاں تعبیر کا میدان بہت تنگ ہے اور یہ کہ الفاظ ہر حال میں غیر حقیقت کا واہمہ پیدا کرتے ہیں اور یہی وہ چیز ہے جس کا تم نے وہم کیا اور تم کو اس وہم میں اس چیز نے ڈالدیا کہ تم نے مثال اور ممثل بہ کو تمام وجوہ سے ایک حکم میں قرار دیدیا۔ اور جب یہ ان مختلف چیزوں میں جو عام طور سے ہماری گفتگو کا موضوع بنتی ہیں مناسب نہیں ہے تو یہاں کیسے مناسب ہوگا۔ سورج اور اس کی روشنی۔ اس کی صورت اور اس کا تشکل۔ آئینے اور ان میں حاصل ہونے والے عکس سب کے سب ایسے امور ہیں جو اجسام سے جدا نہیں ہیں اور ان کا وجود ممکن نہیں ہے مگر اجسام کے ذریعہ سے اور اجسام ہی میں۔ پس اس لئے وہ اپنے وجود میں ان کے محتاج ہوئے اور ان کے معدوم ہونے سے معدوم ہوگئے۔

مگر جہاں تک ذوات الٰہیہ اور ارواح ربانیہ کا تعلق ہے تو وہ سب کی سب اجسام سے اور ان کے لواحق سے بری ہیں اور انتہائی درجہ تک ان سے منزہ ہیں۔ اور ان کا کوئی تعلق اور کوئی ربط ان سے نہیں ہے۔ اور ان کے لئے جسم کا ہونا یا نہ ہونا دونوں یکساں ہیں اس لئے کہ ان کا ربط اور تعلق اس ذات سے ہے جو واحد ہے حق ہے موجود ہے۔ اور واجب الوجود ہے۔ وہی ان کا اول ہے اور ان کا

بہ جز اس وقت کے جب وہ چاہتا۔ پھر وہ اس مقام پر دوام کرنے لگا اور وہ اس مقام سے نہ ہٹتا مگر اپنے بدن کی کسی ضرورت کے سبب جس کو کہ اس نے اتنا کم کر دیا تھا۔ کہ اس سے اور کم کرنا ممکن نہ تھا۔ اور وہ اپنے اس حال میں تمنا کرتا تھا۔ کہ اللہ عزوجل اسے اس کے سارے بدن سے چھٹکارا دیدے جو اسے اس کے اس مقام سے مفارقت پر مجبور کرتا ہے۔ تاکہ وہ چھٹکارا پا کر اس کی لذت میں ہمیشہ کے لئے مشغول ہو جائے اور اپنے بدن کی ضرورت کے لئے اپنے اس مقام سے اعراض کے وقت جو اسے تکلیف ہوتی ہے اس سے وہ بری ہو جائے۔ اور وہ اسی حالت میں رہا یہاں تک کہ وہ اپنی پیدائش کے ساتویں ستے سے زیادہ ہو گیا۔ اور یہ پچاس سال تھے۔ اس وقت اسے اسال کی ملاقات کا اتفاق ہوا اور اس کے ساتھ جو اس کی داستان ہے اس کا ذکر انشاءاللہ اب آرہا ہے۔

لوگوں نے ذکر کیا کہ اس جزیرہ کے قریب جہاں حی ابن یقظان پیدا ہوا تھا (اس کے آغاز کے بیان میں جو دو قول ہیں ان میں سے ایک کے مطابق) ایک جزیرہ تھا جس میں کہ صحیح ملتوں میں سے ایک ملت منتقل ہوئی تھی جو کہ قدیم انبیا صلوات اللہ علیہم میں سے ایک نبی سے ماخوذ تھی۔ اور وہ ملت سارے موجودات حقیقی کو امثال کے ذریعہ سے بیان کیا کرتی تھی جو ان اشیاء کے خیالات دیتی تھیں، اور ان کے نقوش کو ذہن میں جما دیتی تھیں۔ جیسا کہ جمہور سے خطاب میں عموماً

پس اتنا ہی ہے جو مجھ سے ممکن ہوا۔ کہ میں اس وقت اس کی طرف تمہارے لئے اشارہ کر دوں اس بات میں سے جس کا مشاہدہ حی ابن یقظان نے اس مقام کریم میں کیا تھا۔ پس تم اس سے زیادہ الفاظ کے طالب نہ ہو کیونکہ یہ ایک ناممکن سی بات ہے۔ اور جہاں تک اس کی داستان کی تکمیل کا تعلق ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ میں تمہیں سناتا ہوں اور وہ یہ ہے:۔

جب وہ عالم محسوس کی طرف اپنی جولانی کے بعد (جہاں کہیں بھی اس نے جولانی کی تھی) لوٹا تو وہ زندگی کی تکلیفوں سے اکتا گیا اور اس کا شوق بعد کی زندگی کے لئے شدید ہو گیا۔ پھر وہ اس مقام کی طرف لوٹنے کی اس طریقہ سے کوشش کرنے لگا جس طریقہ سے کہ اس نے پہلے کوشش کی تھی۔ یہاں تک کہ وہ اس تک اس سے زیادہ آسانی کے ساتھ پہنچ گیا۔ جس سے کہ پہلے پہنچا تھا۔ اور وہ دوسری بار پہلی بار کے مقابلہ میں اس حالت میں زیادہ دیر تک ٹھہرا رہا۔ پھر وہ عالم محسوس کی طرف لوٹا۔ اس کے بعد پھر اس نے اپنے مقام کی طرف لوٹنے کی کوشش کی تو اس بار پہلی اور دوسری دفعہ کے مقابلہ میں زیادہ آسانی رہی اور وہ اس حالت میں اور زیادہ دیر تک ٹھہرا رہا۔ اور ہر دفعہ اس مقام کریم تک پہنچنا اس کے لئے زیادہ آسان ہوتا گیا۔ اور اس حالت میں ٹھہرے رہنے کی مدت بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ وہ اس درجہ کو پہنچ گیا۔ کہ وہ جب چاہتا اس مقام پر پہنچ جاتا اور اس سے الگ ہوتا

اقوال ایسے تھے جو کہ معاشرت اور جماعت سے تعلق پر ابھارتے
پس اسال نے عزلت کی طلب اختیار کی اور اس سے متعلق قول کو
ترجیح دی۔ اس لئے کہ اس کی طبیعت میں دائمی تفکر، جستجوئے حقیقت
اور غواصی معانی تھی اور اکثر وہ تنہائی کے ذریعہ سے اپنی یہ مراد
حاصل کیا کرتا تھا۔ اور سلامان نے جماعت سے اپنے آپ کو وابستہ
کر دیا اور اس سے متعلق قول کو ترجیح دی اس لئے کہ اس کی طبیعت
میں تفکر اور تصرف سے ایک گریز تھا۔ پس اس کی جماعت کی وابستگی
اس کے نزدیک وسواس کو دور کرنے والی اور آنے والے ظنوں
کو زائل کرنے والی اور شیاطین کے وسوسوں سے بچانے والی تھی
غرض اس رائے میں ان کا اختلاف ان کے افتراق کا باعث ہوا۔

اسال نے اس جزیرہ کا حال سنا تھا جس کے بارہ میں یہ
بتایا جا چکا ہے کہ حی ابن یقظان وہاں وجود میں آیا تھا۔ وہ اس کی
سرسبزی اور اس کی آسائشوں اور اس کی معتدل ہوا کو جانتا تھا
اور یہ بھی جانتا تھا کہ عزلت کے طالب کو عزلت گزینی اس میں حاصل
ہو سکتی ہے۔ پس اس نے مکمل ارادہ کر لیا کہ اس میں منتقل ہو جائے
اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اپنی تمام بقیہ عمر اس میں عزلت میں
گزار دے۔ پس جو کچھ اس کا مال تھا اس نے جمع کر لیا۔ کچھ روپیے سے
ایک سواری کرایہ پر لی جو اسے اس جزیرہ میں پہنچا دے۔ اور اپنے باقی
مال کو اس نے مساکین پر تقسیم کر دیا۔ اور اپنے دوست سلامان سے

کیا جاتا ہے۔ اور یہ ملّت اس جزیرہ میں مسلسل پھیلتی رہی اور قوت پاتی رہی اور غالب ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ وہاں کے بادشاہ نے اس کو اختیار کر لیا۔ اور لوگوں کو اس کے قبول کرنے پر آمادہ کیا۔

اس جزیرہ میں اہل فضل اور خیر سے رغبت رکھنے والوں میں سے دو نوجوان پیدا ہوئے تھے ان میں سے ایک کا نام اسال تھا اور دوسرے کا سلامان۔ انہوں نے اس ملت کو دیکھا اور اس کو اچھے طریقہ سے قبول کیا۔ اور انہوں نے اس کے شرایع کی پوری پابندی اور اس کے اعمال پر مداومت اپنے اوپر لازم کر لی۔ اور وہ اس میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔ اور وہ بعض اوقات اس شریعت کے ان الفاظ پر غور و فکر کیا کرتے تھے جو کہ اللہ عزوجل کی صفات اور اس کے ملائکہ اور معاد اور ثواب اور عقاب کے بارے میں وارد ہوئے تھے۔ جہاں تک اسال کا تعلق ہے تو وہ باطن تک زیادہ غوطہ لگانے والا تھا۔ اور روحانی معانی پر زیادہ آگاہ ہونے والا تھا۔ اور تاویل کا زیادہ دلدادہ تھا۔ رہا اس کا دوست سلامان تو وہ ظاہر کی زیادہ پابندی کرنے والا تھا۔ اور تاویل سے بہت دور رہنے والا تھا۔ اور تامل اور تصرف سے بہت بچنے والا تھا۔ غرض دونوں کے دونوں اعمال ظاہرہ اور محاسبہ نفس اور خواہشات سے مجاہدہ میں بہت زیادہ کوشش کرنے والے تھے۔

اب اس شریعت میں کچھ ایسے اقوال تھے جو کہ عزلت اور تنہائی پر ابھارتے اور بتاتے کہ کامیابی اور نجات ~~ان ہی میں~~ ہے۔ بعض دوسرے

اور نہ کوئی نشان پایا ہی دیکھا۔ غرض اس کا اُنس اور انبساط بڑھتا رہا۔ اس چیز سے جس کا اس نے ارادہ کیا تھا یعنی طلب عزلت اور تنہائی میں انتہا کو پہنچ جانا۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ اتفاق سے حی ابن یقظان اپنی غذا کی تلاش میں نکلا اور اسال اس جگہ اترا ہوا تھا۔ دونوں کی نظر ایک دوسرے پر پڑی۔ اسال نے بغیر شک و شبہ کے سمجھ لیا کہ وہ کوئی تارک الدنیا بندوں میں سے ہے، جو لوگوں سے تنہائی کی تلاش میں اس جزیرہ میں پہنچا ہے۔ اسی طرح جیسے کہ وہ خود اس میں آیا ہوا ہے پس اسے خوف ہوا کہ اگر وہ اس سے ملے اور اس سے متعارف ہو تو یہ بات کہیں اس کے حال کے فساد کا سبب نہ بن جائے اور اس کے اور اس کی تمنا کے درمیان روک نہ ثابت ہو۔ لیکن حی ابن یقظان کو یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ کیا ہے۔ اس لئے کہ اس نے اس سے پہلے جتنے حیوان دیکھے تھے ان میں سے اسے کسی کی صورت پر نہ پایا۔ اور اسال کے جسم پر اون اور بالوں کا ایک سیاہ لبادہ تھا۔ اسے یہ خیال ہوا کہ وہ قدرتی لباس ہے۔ تو وہ تھوڑی دیر تک اس پر تعجب کی حالت میں کھڑا رہا اور اسال اس سے مڑ کر بھاگ گیا۔ اس خوف سے کہ وہ کہیں اس کی توجہ کو اس کے حال سے نہ پھیر دے۔ حی ابن یقظان نے اس کا پیچھا کیا اس لئے کہ اس کے دل میں اشیاء کے حقائق کی جستجو تھی۔ پس جب اس نے اسے تیز بھاگتے ہوئے دیکھا تو وہ کچھ پیچھے ہو لیا اور اس

رخصت ہوا۔ اور سمندر کی پیٹھ پر سوار ہوا تو ملاحوں نے اس کو اس جزیرہ میں پہنچا دیا۔ اور اس کو اس کے ساحل پر اتار دیا اور اس سے الگ ہو گئے۔ پس اسال اس جزیرہ میں رہنے لگا۔

اللہ عزوجل کی عبادت کرتا۔ اور اس کی تعظیم و تقدیس کرتا اور اس کے اسمائے حسنہ اور صفات علیہ میں غور و فکر کرتا۔ اس سے اس کا دل کبھی اچاٹ نہ ہوتا اور نہ اس کا تفکر مکدر ہوتا۔ اور جب اسے غذا کی احتیاج ہوتی تو اس جزیرہ کے پھل اور اس کے شکار حاصل کر لیتا۔ بس اتنا جو اس کی بھوک کی تسکین کے لئے کافی ہو۔ اور وہ اس حال پر ایک مدت تک قائم رہا، اس حالت میں کہ وہ اپنے رب سے مناجات کے سبب بہت ہی زیادہ لذت و سرور اور ایک بہت ہی عظیم انس میں تھا۔ اور وہ ہر روز اس کی مہربانیوں کا اور اسکی خاص عنایتوں کا اور اپنے مقصد اور اپنی غذا میں اس کی طرف سے آسانیاں پیدا کئے جانے کا مشاہدہ کرتا تھا۔ اور یہ چیزیں اس کے یقین کو پختہ کرتی تھیں اور اس کے دل کو فرحت بخشتی تھیں۔

ان ایام میں حی ابن یقظان اپنے مقامات کریمہ میں شدید استغراق کی حالت میں تھا اور وہ اپنے غار سے ہفتہ میں صرف ایک بار نکلتا تھا۔ تاکہ جو کچھ غذا میسر آسکے اسے کھالے۔ پس اسی لئے اول اول اسال اس سے واقف نہ ہو سکا۔ وہ اس جزیرہ کے اطراف میں چکر کاٹا کرتا۔ اور اس کی پہنائیوں میں سیاحت کیا کرتا اور اس نے کسی آدمی کو نہ پایا

سے پالیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے قوت دی تھی اور علم اور جسم میں
کشادگی بخشی تھی۔ غرض اس نے اسے پکڑ لیا اور روک رکھا یہاں تک
کہ وہ ہل نہیں سکتا تھا۔ پس جب اسال نے اس کی طرف دیکھا تو وہ
اون والے جانوروں کی کھال پہنے ہوئے تھا۔ اور اس کے بال بڑھے
ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے جسم کے بیشتر حصے کو انہوں نے ڈھک
لیا تھا۔ اور اس نے اس کے آپہنچنے کی تیزی اور گرفت کی قوت کو دیکھا
تو اس سے خوفزدہ ہوا۔ اور اس سے کرم کی التجا کرنے لگا۔ اور ایسے کلام
سے اس کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ جسے حی ابن یقظان
نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اور یہ نہیں جان سکتا تھا کہ وہ کیا ہے۔ سوائے اس کے
کہ وہ اس کے اندر بے چینی کے آثار دیکھ رہا تھا۔ تو وہ اس کو اپنی آوازوں
سے مانوس کرنے لگا۔ جنہیں اس نے بعض حیوانات سے سیکھا تھا اور
اپنے ہاتھ اس کے سر پر پھیرنے لگا۔ اور اس کے پہلوؤں پر ہاتھ پھیرنے
لگا۔ اور اس کو خوش کرنے کی کوشش کرنے لگا اور فرحت اور بشاشت
کا اظہار کرنے لگا یہاں تک کہ اسال کا خوف دور ہو گیا اور اس نے جان
لیا کہ وہ اس کو کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا۔

اسال نے بہت پہلے سے اپنی معانی رسی کی خواہش کی بنا پر
بہت سی زبانیں سیکھ لی تھیں۔ اور ان میں ماہر ہو گیا تھا۔ تو اس نے ان
ساری زبانوں کے ذریعہ سے جن کو وہ جانتا تھا حی ابن یقظان سے
کلام کرنے کی کوشش کی اور اس سے اس کے حالات پوچھے۔ اس

سے چھپ گیا۔ یہاں تک کہ اسال کو خیال ہوا کہ وہ اس سے پلٹ گیا ہے۔ اور اس جگہ سے دور ہو گیا ہے۔ تو پھر اسال نماز اور قرأت، دعا اور بکا، تضرع اور تواجد میں مشغول ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہر چیز کو بھول گیا۔

اب حی ابن یقظان اس سے آہستہ آہستہ قریب ہونے لگا۔ درانحالیکہ اسال کو اس کا علم نہیں تھا۔ آخر وہ اس سے اتنا قریب ہو گیا کہ اس کی قرأت اس کی تسبیح اور اس کی دعا کو سن سکتا تھا اور اس کے خضوع کو دیکھ سکتا تھا۔ اب اس نے ایک اچھی آواز اور منظم جملے سنے جن کا کہ اس نے حیوانات میں سے کسی قسم میں مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ اور وہ اس کی شکل اور اس کے خدوخال کو دیکھنے لگا تو اسے اپنی شکل کا پایا۔ اور اس پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ لبادہ جو اس کے اوپر تھا وہ قدرتی کھال نہیں ہے بلکہ وہ اس کے لباس جیسا کوئی بنایا ہوا لباس ہے۔ اور جب اس نے اس کے خشوع، اس کے تضرع اور اس کی بکا کی عمدگی کو دیکھا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور ہی حق تعالیٰ کو جاننے والی ذاتوں میں سے ایک ہے۔ تو وہ اس کا بہت مشتاق ہوا اور اس نے ارادہ کیا کہ وہ دیکھے کہ اس کا کیا حال ہے اور کس چیز نے اسے تضرع اور بکا پر مجبور کیا ہے۔ پس وہ اس سے اور زیادہ قریب ہوا۔ یہاں تک کہ اسال کو اس کا احساس ہوا اور وہ تیزی سے بھاگنے لگا اور حی ابن یقظان تیزی سے اس کا پیچھا کرنے لگا۔ آخر اس نے

توڑنے کا جو ارتکاب کیا تھا۔ اس کی برائی کا احساس ہوا۔ اور وہ اپنے فعل پر نادم ہوا اور اسال سے جدا ہو کر اپنے حال پر رجوع کرنے یعنی اپنے مقام کریم کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ تو اسے جلد مشاہدہ حاصل نہیں ہوا۔ تو اس نے سوچا کہ وہ اسال کے ساتھ عالم حس ہی میں قیام کرے۔ یہاں تک کہ وہ اس کے حال کو جان سے اور اس کے دل میں اس کی طرف سے کوئی شوق باقی نہ رہے۔ پھر اس کے بعد وہ اپنے مقام کریم کی طرف لوٹ جائے اس حال میں کہ کوئی شے اسے اس کی مشغولیت سے پھیر نہ سکے۔ پس وہ اسال کی صحبت میں رہنے لگا۔

جب اسال نے یہ دیکھا کہ وہ بول نہیں سکتا تو وہ اپنے دین پر اس کی طرف سے ہر خطرہ سے مامون ہو گیا۔ اور اسے یہ امید ہوئی کہ وہ اسے گفتگو اور علم اور دین سکھائے گا تو اسے بہت بڑا اجر ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہو گی۔ تو اسال نے اسے بولنے کی تعلیم دینا شروع کی۔ سب سے پہلے وہ موجودات کے اجسام کی طرف اشارہ کرتا اور ان کے نام لیتا اور اس کے سامنے اس کی تکرار کرتا اور اسے بولنے پر آمادہ کرتا۔ تو وہ اشارہ کے ساتھ ہی بولنے لگتا یہاں تک کہ اس نے اسے سارے اسمار سکھا دیئے۔ اور اسے تھوڑا تھوڑا بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ بہت ہی قلیل مدت میں کلام کرنے لگا۔

اب اسال نے اس سے اس کے حالات پوچھے اور یہ پوچھا کہ وہ

نے اسے اپنا مطلب سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہو سکا اور
حی ابن یقظان ان ساری باتوں پر جن کو وہ سن رہا تھا تعجب کرتا تھا۔
اور نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا ہیں۔ البتہ اس کی بشاشت اور قبولیت اس
پر ظاہر ہو رہی تھی۔ غرض دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے ساتھی
پر تعجب کا اظہار کیا۔

اسال کے پاس اس سامان غذا میں سے جو وہ آباد جزیرہ سے
اپنے ساتھ لایا تھا کچھ بچ رہا تھا۔ اس نے اسے حی ابن یقظان کو پیش کیا تو
وہ نہیں جان سکا کہ وہ ہے کیا۔ اس لئے کہ اس نے اس سے پہلے
اس کو دیکھا نہیں تھا۔ اسال نے اس میں سے کچھ خود کھایا۔ پھر اسے
اشارہ کیا کہ وہ کھائے۔ تو حی ابن یقظان نے ان باتوں اور ان شرائط
کو سوچا جنہیں اس نے کھانے کے معاملہ میں اپنے نفس پر لازم کر لیا تھا۔
اور وہ اس شے کی اصل کو نہیں جان سکا۔ جو اس کے سامنے پیش کی گئی
تھی۔ اور یہ کہ آیا اس کا کھانا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں۔ غرض وہ
کھانے سے باز رہا۔ لیکن اسال اسے اس کی طرف مسلسل ترغیب دلا
رہا تھا۔ اور اس کی دلجوئی کر رہا تھا۔ اور حی ابن یقظان کو اس سے انس
ہو گیا تھا۔ پس اسے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر وہ کھانے سے انکار پر قائم رہیگا
تو کہیں وہ اس سے روٹھ نہ جائے۔ تو وہ اس کھانے کی طرف مائل
ہوا اور اس میں سے کچھ کھا لیا۔ پس جب اس نے اسے چکھا اور اسے
اچھا معلوم ہوا تو اس نے غذا کی شرط کے بارے میں اپنے عہدوں کو

واضح نہ ہوگیا ہو۔ اور وہ اہل بصیرت میں سے ہوگیا۔ اب اس نے
حی ابن یقظان کی طرف تعظیم و توقیر کی نظر سے دیکھا اور اس کے
نزدیک یہ بات متحقق ہوگئی کہ وہ اللہ کے ان اولیاء میں سے ہے جن
کی شان یہ ہے کہ " نہ ان پر خوف ہوتا ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے
ہیں"[۱] پس اس نے اس کی خدمت اور اس کی پیروی اور اس کے
مشوروں کی پابندی ان چیزوں میں جو اس کے نزدیک ان اعمال
شرعیہ میں متعارض تھیں جن کو اس نے اپنے مذہب میں سیکھا تھا
اپنے اوپر لازم کرلی۔

حی ابن یقظان نے اس کے معاملہ اور اس کے حالات کو دریافت
کیا تو اسال نے اپنے جزیرہ اور اس کے رہنے والوں کا حال بیان
کیا۔ اور بتایا کہ اس ملت کے وہاں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں کی کیا
زندگی تھی۔ اور اس ملت کے پہنچنے کے بعد اب وہاں کیا حالت ہے۔
اور اس نے شریعت میں جو کچھ بھی وارد ہوا ہے وہ سب بیان کیا یعنی
عالم الٰہی کا حال، اور جنت اور دوزخ، بعث و نشور، حشر و حساب،
میزان و صراط کا حال۔ حی ابن یقظان نے یہ سب کچھ سمجھ لیا۔ اور مقام
کریم میں اس نے جو کچھ مشاہدہ کیا تھا۔ اس کے خلاف ان میں کوئی
چیز نہیں پائی۔ پس اس نے جانا کہ وہ ہستی جس نے اسے بیان کیا

---

[۱] یہ قرآن کریم کے الفاظ ہیں: ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہ

اس جزیرہ میں کہاں سے آیا۔ حی ابن یقظان نے اسے بتایا کہ وہ اپنے نفس کی ابتدا جانتا ہے اور نہ اپنے ماں اور باپ کو جانتا ہے سوائے اس ہرنی کے جس نے اسے پالا تھا۔ اور اس نے اسے اپنے سارے حالات کہہ سنائے اور یہ بتایا کہ کیسے اس نے معرفت میں ترقی کی۔ یہاں تک کہ وہ وصول الی اللہ کے درجہ تک پہنچ گیا۔

جب اسال نے اس سے ان حقائق کا بیان سنا اور ان ذاتوں کا جو عالم حس سے جدا ہیں اور حق عزوجل کو جاننے والی ہیں اور جب حی نے اس کے لئے اللہ بزرگ و برتر کی ذات اور اس کے اوصاف حسنہ کا بیان کیا اور جہاں تک ممکن ہو سکا اس کو وہ باتیں بتائیں جن کا اس نے اپنے وصول کی حالت میں واصلین کی لذتوں اور محجوبین کی اذیتوں میں مشاہدہ کیا تھا۔ تو اسال کو کوئی شبہ نہیں رہا۔ کہ وہ ساری چیزیں جو کہ اس کی شریعت میں اللہ عزوجل کی شان اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخر اور اس کی جنت اور اس کی دوزخ کے حالات میں وارد ہوئی ہیں۔ وہ ان چیزوں کی مثالیں ہیں جن کا حی ابن یقظان نے مشاہدہ کیا تھا۔ تو اس کے قلب کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اس کے دل کی آگ بھڑک اٹھی اور اس کے نزدیک عقل اور نقل میں تطابق ہو گیا۔ اور معانی رسی کی راہیں اس پر آسان ہو گئیں۔ اور شریعت میں کوئی مشکل ایسی نہیں رہی جو حل نہ ہو گئی ہو۔ اور کوئی گتھی ایسی نہیں رہی جو سلجھ نہ گئی ہو اور کوئی راز ایسا نہ رہا جو

اعراض حق کے ذریعہ سے باطل کے لئے فارغ ہو گئے۔ اس کی رائے
یہ تھی کہ کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز کھائے مگر اتنی
جس سے سانس باقی رہ سکے۔ رہے اموال تو وہ اس کے نزدیک
بے معنی تھے۔ اور وہ اموال کے معاملہ میں شریعت کے جو احکام
دیکھتا تھا مثلاً زکوٰۃ اور اس کے مختلف شعبے، بیع کی اقسام اور سود
اور حدود اور سزائیں ان سب پر اسے تعجب ہوتا تھا۔ اور انھیں غیر
ضروری سمجھتا تھا۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ اگر لوگ معاملہ کی حقیقت سمجھ لیں
تو وہ ان فضول چیزوں سے اعراض کریں گے اور حق کی پیروی
کریں گے اور ان سب چیزوں سے مستغنی ہو جائیں گے۔ نیز یہ کہ کسی
شخص کو کسی مال کو اپنے لئے خاص کرنے کا حق نہیں ہے کہ اس کی
زکوٰۃ مانگی جائے۔ یا اس کے سرقہ پر ہاتھ کاٹے جائیں یا اس کے
علانیہ چھین لینے پر جانیں جائیں۔ اور جس چیز نے اسے اس رائے پر
ڈالدیا تھا وہ یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ سب لوگ بلند فطرت، تیز ذہن اور
محتاط نفوس والے ہیں۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کندذہنی، نقص، غلط
رائے اور عزم کی کمزوری کے کس حال میں ہیں اور یہ کہ وہ چوپایوں
کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

پس جب لوگوں پر اس کا رحم بڑھ گیا اور اس کو یہ شدید
خواہش ہوئی کہ اس کے ذریعہ سے ان کی نجات ہو جائے تو اس کے
دل میں انتک پہنچنے اور ان کے سامنے حق کی وضاحت اور اس

ہے اور جو اسے لایا ہے وہ اپنے بیان میں سچا ہے۔ اور اپنے قول میں صادق ہے۔ اور وہ اپنے رب کا بھیجا ہوا ہے۔ تو وہ اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی اور اس کی رسالت کی گواہی دی۔ پھر وہ ان چیزوں کے بارہ میں پوچھنے لگا۔ جو وہ لایا تھا۔ یعنی فرائض اور عبادات کے طریقے اسال نے اس کو نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور حج اور اسی قسم کے دوسرے ظاہری اعمال کا حال بتایا۔ تو اس نے اسے قبول کر لیا۔ اور اس کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور اپنے نفس کو ان کی ادائیگی کا پابند بنایا۔ اس حکم کی بجا آوری میں جس کا دینے والا اس کے نزدیک سچا تھا۔ مگر دو باتیں اس کے دل میں کھٹکتی تھیں جن پر اسے تعجب تھا۔ اور وہ ان میں حکمت کے پہلو کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ اس رسول نے لوگوں کے سامنے ان اکثر باتوں کو بیان کرنے میں جن کا عالم الٰہی سے تعلق تھا مثالوں سے کیوں کام لیا اور ان کو کھول کر بیان کرنے سے کیوں گریز کیا جس کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے معاملہ میں تجسیم اور ان چیزوں کا اعتقاد کرنے کی عظیم غلطی میں پڑ گئے۔ جن سے وہ پاک اور بری ہے۔ اور یہی معاملہ ثواب اور عقاب کا ہے۔

دوسری بات یہ تھی کہ اس نے فرائض اور عبادات کے طریقوں کے بیان کرنے پر اکتفا کیوں کیا اور اموال کا جمع کرنا اور کھانے اور پینے میں توسیع کو کیوں جائز رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ باطل اور

انہوں نے یہ بات مان لی اور ان دونوں کو کشتی میں داخل کر لیا۔
غرض اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ایک نرم رو ہوا بھیجی جو تھوڑی ہی مدت میں کشتی کو اس جزیرہ تک لے گئی جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا۔ پس وہ وہاں اترے اور شہر میں داخل ہوئے۔ اسال کے ساتھی جمع ہو گئے۔ اسال نے ان کو حی ابن یقظان کے حال سے آگاہ کیا۔ تو لوگوں نے اس کو گھیر لیا۔ اور اس کے معاملہ کو اہم سمجھا۔ اور اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اسال نے اس کو بتایا کہ یہ گروہ سارے لوگوں کے مقابلہ میں فہم و ذکا سے زیادہ قریب ہے۔ اور یہ کہ اگر وہ انہیں تعلیم دینے سے قاصر رہا۔ تو وہ جمہور کو تعلیم دینے سے اور بھی زیادہ عاجز رہے گا۔
اس جزیرہ کا سردار اور سب سے بڑا سلامان تھا جو اسال کا دوست تھا۔ اور جو جماعت سے وابستگی کو ضروری خیال کرتا تھا۔ اور عزلت کو ناجائز سمجھتا تھا۔ پس حی ابن یقظان انہیں تعلیم دینے لگا اور حکمت کے اسرار ان کو بتانے لگا۔ تو جوں ہی وہ ظاہر سے ذرا بھی بلند ہوتا اور اس چیز کو بیان کرتا جس کے خلاف بات ان کے ذہن میں پہلے سے جمی ہوتی تو وہ اس سے منقبض ہوتے اور ان چیزوں سے جن کو وہ بیان کرتا تھا ان کا دل گھٹتا تھا۔ اور وہ اپنے دل میں اسے ناپسند کرتے۔ اگرچہ وہ اس کے اپنے درمیان پردیسی ہونے کے اکرام میں اور اپنے ساتھی اسال کے حق کی رعایت کی خاطر اس کے منھ پر رضا کا

کو کھول کر پیش کر دینے کا ارادہ پیدا ہوا۔ پس اس نے اس معاملہ میں اپنے ساتھی اسال سے گفتگو کی اور اس سے پوچھا کہ کیا ان تک پہنچنے کی کوئی تدبیر ہو سکتی ہے۔ اسال نے اسے بتایا کہ وہ لوگ اپنی فطرت کے نقص اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اعراض کے کس درجہ میں ہیں۔ تو یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اور اس کے نفس میں اس چیز کی لگن باقی رہی۔ جس کی اس نے تمنا کی تھی۔ اور اسال کو خواہش ہوئی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے اس کے جاننے پہچاننے والے ارادت مندوں کو ہدایت دے جو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ اخلاص رکھتے تھے۔ اس لئے وہ حی ابن یقظان کی رائے میں معاونت پر تیار ہو گیا۔

پس ان دونوں نے سوچا کہ سمندر کے ساحل پر چلے جائیں اور رات اور دن میں کسی وقت وہاں سے نہ ہٹیں۔ شاید کہ اللہ تعالےٰ انہیں سمندر پار کرنا آسان کر دے۔ غرض انہوں نے اس کی پابندی کی اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا کی کہ وہ انہیں ان کے معاملہ میں راہ دکھائے۔ اب اللہ عزوجل کی ایسی شان ہوئی کہ ایک کشتی سمندر میں اپنا راستہ بھول گئی اور اسے ہواؤں اور موجوں کے تلاطم نے ساحل کی طرف ڈھکیل دیا۔ پس جب وہ خشکی سے قریب ہوئی تو کشتی والوں نے ساحل پر دو آدمیوں کو دیکھا اور وہ ان کے قریب آ گئے۔ تو اسال نے ان سے بات کی اور ان دونوں کو ساتھ لے چلنے کے لئے ان سے کہا

جہالت نے انہیں چھالیا ہے اور جو انہوں نے کمایا ہے اس نے ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے۔ اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

جب اس نے دیکھا کہ عذاب کے خیموں نے انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اور ظلمتوں کے پردوں نے انہیں چھا لیا ہے اور وہ سب (سوائے چند کے) دین سے وابستگی نہیں رکھتے مگر دنیا کی حد تک۔ اور انہوں نے اعمال کو ان کی نرمی اور آسانی کے باوجود پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور اس کے بدلے میں انہوں نے بہت ہی حقیر قیمت حاصل کی ہے اور تجارت اور بیع نے انہیں ذکر الٰہی سے غافل کر دیا ہے اور وہ اس دن سے نہیں ڈرتے جس میں کہ قلوب اور آنکھیں الٹ جائیں گی ؎۱

ابن حی ابن یقظان پر یہ بات واضح ہوئی اور اسے قطعیت کے ساتھ معلوم ہو گیا کہ ان کو مکاشفہ کے طریقہ سے خطاب کرنا اور جتنا کہ وہ کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ کی تکلیف دینا ممکن نہیں ہے،

؎۱۔ اس عبارت کے اکثر ٹکڑے مختلف آیات سے ماخوذ ہیں۔ ابن طفیل نے حسب عادت کسی قدر تصرف کے ساتھ انہیں اپنے بیان میں منسلک کر دیا ہے۔

اظہار کرتے۔ اور حی ابن یقظان رات دن ان کی دلجوئی کی کوشش کرتا اور علانیہ اور خفیہ ہر طرح حق کی توضیح کرتا لیکن اس سے ان کی نفرت ہی بڑھتی چلی گئی۔ اگرچہ وہ نیکی کے چاہنے والے اور حق سے رغبت رکھنے والے تھے۔ مگر یہ کہ اپنی فطرت کے نقص کے سبب حق کو اس کے صحیح راستہ سے حاصل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور اس کی تحقیق کی جہت سے اس کو نہیں لیتے تھے اور نہ اس کے دروازے سے اس کی طلب کرتے تھے۔ بلکہ وہ اہل حق کے طریقہ سے اس کی معرفت ہی کا ارادہ نہیں کرتے تھے۔ آخر ان کی قبولیت کی کمی کی وجہ سے وہ ان کی اصلاح سے مایوس ہو گیا اور ان کی بہتری کی طرف سے اس کی امید منقطع ہو گئی۔

اب حی ابن یقظان نے ان لوگوں کے مختلف طبقات کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ ہر گروہ اس چیز سے خوش ہے جو کہ اس کے پاس ہے۔ انہوں نے اپنی خواہش کو اپنا الٰہ بنا لیا ہے اور اپنی شہوات کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ اور دنیا کی کم مایہ چیزوں کو جمع کرنے میں اپنے کو تباہ کر دیا ہے اور زیادتی مال کی ہوس نے انہیں غافل کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ قبریں پہنچ جاتے ہیں۔ نہ ان پر کوئی نصیحت کارگر ہوتی ہے نہ کوئی بھلی بات اثر کرتی ہے۔ اور ان پر بحث و گفتگو کا اس کے سوا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کہ ان کی ضد اور بڑھ جاتی ہے۔ رہی حکمت تو اس کی طرف انہیں کوئی راہ نہیں ہے۔ اور نہ اس میں سے ان کے لئے کوئی حصہ ہے

اور تم میں سے ہر ایک جہنم پر سے گذرے گا۔ یہ بات تمہارے رب پر حتمی ہے اور پوری ہو کر رہے گی۔

جب اس نے لوگوں کے احوال سمجھ لئے اور یہ سمجھ لیا کہ ان میں سے اکثر حیوان غیر ناطق کے درجہ پر ہیں تو اس نے یہ جانا کہ حکمت سب کی سب اور ہدایت اور توفیق اس چیز میں ہے جسے رسولوں نے بیان کیا اور جس کے ساتھ شریعت آئی۔ اس کے علاوہ اور کچھ ممکن نہیں ہے۔ اور اس پر اضافہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہر کارے وہر مردے۔ ہر ایک کے لئے وہی چیز آسان ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ یہ ان لوگوں کے بارہ میں جو پہلے گذر چکے اللہ کی سنت ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

پھر وہ سلامان اور اس کے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا اور اس چیز کے بارہ میں جس کی اس نے ان سے گفتگو کی تھی معذرت چاہی اور ان کے سامنے اس نے اس تعبیر سے بریت ظاہر کی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ ان کی رائے سے متفق ہو گیا ہے اور اس نے ان کے طریقہ کو اختیار کر لیا ہے۔ اور اس نے انہیں نصیحت کی کہ وہ اسی حال پر جمے رہیں جس پر کہ وہ ہیں یعنی حدود شرع اور اعمال ظاہرہ کی پابندی کرنا اور ان باتوں میں جو ان سے غیر متعلق ہوں کم غور کرنا اور متشابہات پر ایمان لانا اور ان کے سامنے سر جھکا دینا

اور اکثر جمہور کو شریعت سے انتفاع کا جو حصہ ملا ہے وہ اس دنیا کی زندگی ہی میں ہے۔ تاکہ وہ ایک اچھی زندگی گذارنے لگیں اور کوئی شخص ان کے اس حق میں جو ان کا مخصوص ہے زیادتی نہ کرے۔ اور یہ کہ ان میں سے کوئی شخص بھی سعادت اخروی سے بہرہ اندوز نہیں ہوسکتا۔ سوائے شاذ ونادر کے یعنی وہ جس نے کہ آخرت کی کھیتی چاہی اور اس کے لائق کوشش کی اور وہ مومن بھی ہے لیکن وہ جنہوں نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور کون سی تکلیف بڑی ہے اور کون سی شقاوت زیادہ مکمل ہے۔ اس شخص کی شقاوت سے جس کے اعمال کا جب بھی جائزہ لیا جائے اس کے نیند سے بیدار ہونے سے لیکر اس کے دوبارہ نیند کی طرف لوٹنے تک تو تم اس میں کوئی چیز نہیں پاؤ گے۔ مگر یہ کہ وہ اس کے ذریعہ سے ان محسوس اور حقیر امور میں سے کسی کے حصول کے لئے کوشش کر رہا ہوگا۔ یا تو مال ہوگا جسے وہ جمع کر رہا ہوگا۔ یا لذت ہوگی جسے وہ حاصل کرتا ہوگا۔ یا شہوت ہوگی جسے وہ تسکین دیتا ہوگا یا غصہ ہوگا جسے وہ بجھاتا ہوگا یا عزت وجاہ ہوگی جسے وہ حاصل کرتا ہوگا۔ یا شریعت کے اعمال میں سے کوئی عمل ہوگا جس سے وہ اپنی آرائش کرنا چاہتا ہوگا یا جس کے ذریعہ سے وہ اپنی گردن چھڑانا چاہتا ہوگا۔ اور یہ سب تاریکیاں ہیں۔ ایک کے اوپر ایک تاریک سمندر میں۔

کو حاصل کرنے کی ویسی ہی کوشش شروع کی جیسی وہ پہلے کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اسے پھر پالیا۔ اور اسال نے اس کی پیروی کی یہاں تک کہ وہ اس سے قریب ہو گیا یا اس کے تک بھاگ پہنچ گیا۔ اور وہ دونوں اس جزیرہ میں اللہ کی عبادت کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں موت آگئی۔

یہ ہے (اللہ تعالیٰ ہماری اور تمہاری اپنی روح سے مدد کرے) حی ابن یقظان اسال اور سلامان کے قصہ کا کچھ حال جو مشتمل ہے ایسے کلام پر جو کسی کتاب میں نہیں پایا جاتا اور نہ عام گفتگو میں سنا جاتا ہے اور وہ علم مکنون میں سے ہے جس کو کوئی قبول نہیں کرتا مگر اللہ کی معرفت رکھنے والے۔ اور اس سے کوئی ناواقف نہیں رہتا مگر اللہ سے بے پروا لوگ۔ اور اسے چھپانے اور اس کے بیان کے بخل میں سلف صالحین کا جو طریقہ تھا ہم نے اس کے خلاف کیا ہے لیکن جس چیز نے اس راز کو افشا کرنے اور پردوں کو چاک کرنے پر ہمیں آمادہ کیا وہ ہمارے اپنے اس زمانہ میں آرائے مفسدہ کا ظہور ہے۔ جس میں کہ زمانہ کے مدعیان فلسفہ ماہر ہو گئے ہیں اور جن کا وہ اعلان کر رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مختلف ملکوں میں ان کی اشاعت ہو چکی ہے۔ اور ان کا ضرر عام ہو گیا ہے۔ اور ہم ان کمزوروں کے متعلق جنہوں نے انبیا صلوات اللہ علیہم کی تقلید کو چھوڑ دیا ہے اور بے وقوفوں کی تقلید کا ارادہ کیا ہے۔ ڈرتے ہیں کہ وہ یہ گمان نہ کریں

اور بدعتوں اور خواہشات نفس سے اعراض کرنا اور سلف صالحین کی اقتدا کرنا اور نئی باتوں کو چھوڑ دینا۔ اور جمہور عوام شریعت سے اعراض اور دنیا پرستی کی جس حالت میں ہیں اسے ترک کرنے کا انہیں حکم دیا اور ان کو اس سے بہت زیادہ حذر دلایا۔ اور اس نے اور اس کے دوست اسال نے یہ جانا کہ ارادتمندوں کا یہ گروہ جو قاصر ہے اس کے لئے کوئی نجات نہیں ہے۔ مگر اس طریقہ میں اور اگر وہ غور و فکر کے خطہ میں بلند کئے گئے تو وہ جس حال میں ہیں وہ بھی ان سے مختل ہو جائے گا۔ اور ان کے لئے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ سعادت کے درجہ تک پہنچیں بلکہ وہ تذبذب میں پڑ جائیں گے اور منھ کے بل گر پڑیں گے اور ان کا انجام خراب ہو جائے گا۔ اور اگر وہ اپنے حال پر قائم رہے اور اسی حالت میں انہیں موت آگئی تو وہ محفوظ رہیں گے۔ اور اصحاب الیمین[۱] سے ہوں گے۔ رہے سابقون تو وہ سابقون ہیں اور وہی مقرب ہیں۔

غرض ان دونوں نے ان کو الوداع کہا اور ان سے جدا ہوئے اور اپنے جزیرہ کی طرف لوٹنے کی خفیہ تدبیر کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو عبور کر کے منزل مقصود پر پہنچ جانا ان کے لئے آسان کر دیا۔ اب حی ابن یقظان نے اپنے مقام کریم

---

[۱] ۔ یعنی بخشے جانے والے لوگ۔

کہ یہ رائیں وہی اسرار ہیں جن کے بارہ میں ان لوگوں سے بخل کیا گیا ہے
جو ان کے اہل نہیں ہیں۔ اور اس طرح کہیں ان کی دلچسپی اور ان کا شوق
ان چیزوں میں بڑھ نہ جائے۔ پس ہم نے یہ سوچا کہ ان اسرار میں سے بعض
یا ایک جز سے ان کو واقف کرائیں۔ تاکہ ہم انہیں تحقیق کی طرف کھینچ لیں۔
پھر ہم ان کو دوسرے طریقہ سے روک دیں لیکن ان اوراق میں ہم نے
جن اسرار کو بیان کیا ہے انہیں لطیف پردہ سے خالی نہیں چھوڑا ہے۔ یہ
پردہ جلدی سے چاک ہو جائے گا۔ اس شخص کے لئے جو اس کا اہل ہو گا۔ اور
اس شخص کے لئے جو اس سے آگے بڑھنے کا مستحق نہیں۔ وہ موٹا ہو جائے گا تاکہ
وہ اس سے تجاوز نہ کرے اور میں اس کلام سے واقف ہونے والے بھائیوں
سے درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ اس کے بیان کرنے میں میں نے تساہل کیا ہے
اور اس کے ثابت کرنے میں مجھ سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس کے لئے میری
معذرت قبول کریں اس لئے کہ یہ کوتاہیاں مجھ سے اس لئے سرزد ہوئی ہیں
کہ میں ایسی چوٹیوں پر چڑھا ہوں جن کے دیکھنے سے آنکھیں پھیل جاتی ہیں اور
میں نے ترتیب اور طریقہ میں داخل ہونے کی شوق کے انداز پر یہ کلام پیش
کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ میں اللہ سے چشم پوشی اور عفو کی درخواست کرتا ہوں
اور یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمیں صحیح معرفت کے صاف چشمہ تک پہنچائے۔ وہ بڑا
منعم کریم ہے۔ اور تم پر سلامتی ہو۔ اے میرے بھائی جن کی اعانت کرنا میرا
فرض تھا۔ اور تم پر اللہ کی رحمت ہو، برکات ہوں۔

تمام شد